30 جون 2024ء

DAILY EXPRESS

سنڈے ایکسپریس

2 مرادِ رسولؐ، شہنشاہِ عدل وانصال، خلیفہ راشد، امیرالمومنین، فاتح عرب وعجم، خلیفہ ثانی، حضرت عمر فاروقؓ

3 والدین اپنے بچوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے حفاظتی ٹیکوں کا کورس مکمل کرائیں، ڈاکٹر محمد نعیم راجپوت سے گفتگو

4 اسرائیل کیسے عالمی عدالت جرائم کی جاسوسی کرتا رہا؟ اسپیشل رپورٹ

6 ڈھلتے سورج کی کرنوں میں سنہرا دکھائی دینے والے الحمرا محل کا نظارہ بھولتا نہیں، اسپین کا دلچسپ سفرنامہ

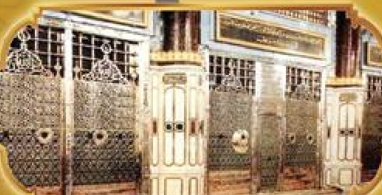

مرادِ رسول ﷺ، شہنشاہِ عدل وانصاف، خلیفہ راشد، امیرالمومنین، فاتح عرب وعجم، خلیفہ ثانی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، خسر رسول ﷺ کا اسم مبارک عمر اور لقب فاروق ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خاندانی شجرہ آٹھویں پشت میں حضور اکرم ﷺ سے ملتا ہے۔ آپؓ کے والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام عتمہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد پوری امت میں آپ کا مرتبہ سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ آپؓ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ عمر میں تقریباً گیارہ سال حضور اکرم ﷺ سے چھوٹے ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ قریش کے باعزت قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اعلان نبوت کے چھٹے سال بعد آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپؓ مرادِ رسول ہیں یعنی حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اے پروردگار! عمر یا ابوجہل میں جو تجھے پیارا ہو اس سے اسلام کو عزت وطاقت عطا فرما۔ دعا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی اور آپ مشرف با اسلام ہوگئے۔ آپؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے 39 مرد اسلام قبول کرچکے تھے۔ آپ 40ویں مسلمان مرد تھے۔ آپؓ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور انہیں حوصلہ ملا۔ اسلام کی قوت میں اضافہ ہوا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے ہجرت کی چھپ کر کی مگر حضرت عمرؓ مسلح ہوکر خانہ کعبہ میں آئے اور کفار کے سرداروں کو للکارا اور فرمایا کہ جو اپنے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے وہ مجھے روک لے۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ سے کفار مکہ پر لرزہ طاری ہوگیا اور کوئی مدمقابل نہ آیا۔ ہجرت کے بعد آپؓ نے جان ومال سے اسلام کی خوب خدمت کی۔ آپ نے اپنی تمام زندگی اسلام کی خدمت کرنے میں گزار دی۔ آپؓ نے تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ کردار ادا کیا اور اسلام کے فروغ اور اس کی تحریکات میں حضور اکرم کے رفیق رہے۔

فضائل ومناقب

سیدنا فاروق اعظمؓ کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ کی فضیلت میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔

ترجمہ: میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتے تو عمر ہوتے۔ (مشکوٰۃ شریف ص558)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ حضور اکرم آخری نبی ہیں۔ آپ پر نبوت ورسالت ختم ہوچکی۔ اب قیامت تک کوئی بھی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ جو اس واضح حقیقت کے باوجود دعویٰ نبوت کرے یا جو کوئی اس کو نبی یا رسول مانے وہ ملعون کذاب کافر ومرتد ہے۔ مذکورہ حدیث سے حضرت عمر فاروقؓ کے مرتبے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر حضور پر نبوت ختم نہ ہوتی تو آپ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نبی ہوتے۔ حضور اکرم نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا۔

بے شک میں نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جن کے شیطان اور انسان کے شیطان دونوں میرے عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص 558)

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرمادیا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف صفحہ 557)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق اسلام لائے تو حضرت جبرائیل حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! آسمان والے عمر کے اسلام پر خوش ہوئے ہیں۔ (ابن ماجہ بحوالہ برکات آل رسول صفحہ 291)

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں آپ کی خواہش کے مطابق نازل ہوئیں۔ سیدنا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کی رائیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

تاریخ خلفا میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کسی معاملے میں کوئی مشورہ دیتے تو قرآن مجید کی آیتیں آپ کے مشورے کے مطابق نازل ہوتیں۔ (تاریخ الخلفاء)

ایک مرتبہ سرور کونین ﷺ جبل احد پر تشریف لے گئے۔ اس موقع پر پہاڑ میں کچھ حرکت سی پیدا ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے احد! ٹھہر جا، اس وقت تیرے اوپر ایک نبی ﷺ، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

خلیفہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو اسلام میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ آپؓ کے سنہری کارناموں سے تاریخ اسلام کا چہرہ دمک رہا ہے۔ عدل وانصاف کے باب میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپؓ کے عالی اطوار، شان دار کردار اور قابل رشک اسوہ حسنہ سے غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپؓ کی شان اقدس میں چالیس سے زائد احادیث رسول ﷺ موجود ہیں۔ آپ کو سسر رسول ﷺ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر کبھی دو سالن نہیں ہوتے تھے۔ سفر کے دوران نیند کے وقت زمین پر اینٹ کا تکیہ بناکر سوجایا کرتے تھے۔ آپؓ کے کرتے پر کئی پیوند رہا کرتے تھے۔ آپؓ موٹا کھردرا کپڑا پہنا کرتے تھے اور آپ کو باریک ملائم کپڑے سے نفرت تھی۔ آپؓ جب بھی کسی کو گورنر مقرر فرماتے تو تاکید کرتے تھے کہ کبھی ترکی گھوڑے پر نہ بیٹھنا، باریک کپڑا نہ پہننا، چھنا ہوا آٹا نہ کھانا، دربان نہ رکھنا اور کسی فریادی پر دروازہ بند نہ کرنا۔ آپؓ فرماتے تھے کہ عادل حکمراں بے خوف ہوکر سوتا ہے۔ آپ کی سرکاری مہر پر لکھا تھا عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔

آپؓ فرماتے ظالم کو معاف کرنا مظلوم پر ظلم کرنے کے برابر ہے اور آپ کا یہ فقرہ آج دنیا بھر کی انسانی حقوق کی تنظیموں کے لیے چارٹر کا درجہ رکھتا ہے، "مائیں اپنے بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں، تم نے کب سے انہیں غلام بنالیا؟" آپؓ کے عدل کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو "فاروق" کا لقب دیا اور آج دنیا میں عدل فاروقی ایک مثال بن گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت مقروض تھے، چناں چہ وصیت کے مطابق آپ کا مکان بیچ کر آپ کا قرض ادا کیا گیا۔ آپؓ راتوں کو اٹھ اٹھ کر پہرا دیتے تھے اور لوگوں کی ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مرگیا تو کل قیامت کے دن عمر سے اس بارے میں پوچھ ہوگی۔

محمد (ﷺ) کے صحابیؓ کا وہ شانہ یاد آتا ہے
بدل کے بھیس گلیوں میں وہ جانا یاد آتا ہے
تجھے اس عہد کی مائیں جب آٹے کو ترستی ہیں
عمرؓ تیری خلافت کا زمانہ یاد آتا ہے

حضرت عمر فاروقؓ کے سنہری کارنامے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ایسے ایسے نظام دیے جو آج تک کسی نہ کسی شکل میں پوری دنیا میں رائج ہیں۔ دینی فیصلوں میں آپ نے فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ فرمایا، آپ کے عہد میں باقاعدہ تراویح کا سلسلہ شروع ہوا، شراب نوشی کی سزا مقرر ہوئی اور آپ نے سنہ ہجری کا آغاز کروایا، مؤذنوں کی تنخواہ مقرر کی اور تمام مسجدوں میں روشنی کا بندوبست فرمایا۔ دنیاوی فیصلوں میں آپ نے ایک مکمل عدالتی نظام تشکیل دیا اور جیل کا تصور دیا۔ آبپاشی کا نظام بنایا، فوجی چھاؤنیاں بنوائیں اور فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ آپؓ نے دنیا بھر میں پہلی مرتبہ دودھ پیتے بچوں، بیواؤں اور معذوروں کے لیے وظائف مقرر کیے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا جنت میں محل

رسالت مآب ﷺ ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جنت میں داخل ہوا اور وہاں ایک محل دیکھا۔ اس محل کی خوب صورتی کے پیش نظر پوچھا کہ یہ عالی شان محل کس کا ہے تو جواب ملا کہ عمر بن خطاب کا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہا کہ اس محل کے اندر داخل ہوجاؤں مگر اے عمر! مجھے تیری غیرت یاد آگئی۔ اس لیے میں اس کے اندر داخل نہیں ہوا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ رو پڑے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان کیا میں آپ پر بھی غیرت کروں گا۔

پردے کی آیات کا نزول

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضور اکرم سے عرض کی یارسول اللہ! آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں اور اس وقت آپ کی خدمت میں آپ کی ازواج بھی ہوتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم دیں۔ چناں چہ حضرت عمرؓ کے اس طرح عرض کرنے پر ازواج مطہرات کے پردے کے بارے میں قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: اور جب تم امہات المومنین سے استعمال کرنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

حضرت عمرؓ کا یہودی کو جواب

ایک مرتبہ ایک یہودی حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ تمہارے نبی جس جبرائیل فرشتے کا تذکرہ کرتے ہیں وہ ہمارا سخت دشمن ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو جواب دیا۔

"جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔"

جن الفاظ کے ساتھ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے یہودی کو جواب دیا بالکل انہی الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (پ 1 ع 12)

ان واقعات سے حضرت عمر فاروق کی شان وعظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر محبوب تھے کہ آپ کے خیال کے مطابق قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں۔

میں نے تم سے زیادتی کی مجھے بھی ویسی سزا دو!

ایک دفعہ آپ حکومتی مصروفیات کا وقت ختم ہونے کے بعد گھر آئے اور کسی کام میں لگ گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا، امیرالمومنین! آپ فلاں شخص سے میرا حق دلوا دیجیے۔ آپ کو بہت غصہ آیا اور اس شخص کو ایک درا پیٹھ پر مارا اور کہا، جب میں دربار لگاتا ہوں تو اس وقت تم اپنے معاملات لے کر آتے نہیں اور جب میں گھر کے کام کاج میں مصروف ہوتا ہوں تو تم اپنی ضرورتوں کو لے کر آجاتے ہو۔

بعد میں آپ کو اپنی غلطی کا اندازہ ہوا تو بہت پریشان ہوئے اور اس شخص کو (جسے درا مارا تھا) بلوایا اور اس کے ہاتھ میں درہ دیا اور اپنی پیٹھ آگے کی کہ مجھے درا مارو، میں نے تم سے زیادتی کی ہے۔ وقت کا بادشاہ ایک عام آدمی سے کہہ رہا ہے کہ میں نے تم سے زیادتی کی مجھے ویسی ہی سزا دو۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو معاف کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں نہیں کل قیامت کو مجھے اس کا جواب دینا پڑے گا تم مجھے ایک درا مارو تاکہ تمہارا بدلہ پورا ہوجائے۔ آپؓ روتے جاتے تھے اور فرماتے اے عمر! تو کافر تھا، ظالم تھا، بکریاں چراتا تھا، خدا نے تجھے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا اور تجھے مسلمانوں کا خلیفہ بنایا، کیا تو اپنے رب کے احسانوں کو بھول گیا۔ آج ایک آدمی تجھ سے کہتا ہے کہ مجھے میرا حق دلاؤ تو تو اسے درا مارتا ہے۔ اے عمر! کیا تو سمجھ بیٹھا ہے کہ مرے گا نہیں۔ کل قیامت کے دن تجھے اللہ کو ایک ایک عمل کا حساب دینا پڑے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی بات کو دہراتے رہے اور بڑی دیر روتے رہے۔

اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوچکا ہوتا

حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ میری شادی کو آج چھٹا مہینہ ہے، لیکن اسی مہینے میری عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا عورت کو سنگسار کردو!

حضرت علیؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ کہا یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وحملہ وفصالہ ثلٰثون شہرا۔ بچے کا حمل اور اس کے دودھ پینے کا زمانہ تیس مہینے ہوتا ہے، ممکن ہے دو سال دودھ پینے کا زمانہ ہو اور چھ مہینے حمل کا۔

امیرالمومنین عمرؓ نے یہ سن کر اپنا حکم واپس لیا اور فرمایا لولا علی لہلک عمر۔ یعنی اگر علی یہاں موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوچکا تھا۔

اسی طرح ایک عورت حاضر ہوئی، جس کے پیٹ میں ولد الزنا تھا۔ امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے عورت کی سنگساری کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ پھر نہ رہ سکے فرمایا اگر گناہ کیا ہے تو اس عورت نے کیا مگر اس بچے نے کیا قصور کیا ہے جو ابھی پیٹ ہی میں ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا بہت بہتر، سزا وضع حمل تک ملتوی رکھی جائے۔ اس موقع پر بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا: لولا علی لہلک عمر: اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوچکا ہوتا۔

خلافت فاروق اعظمؓ پر ایک نظر

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے بعد دس سال چھے ماہ دس دن تک بائیس لاکھ مربع میل زمین پر اسلامی خلافت قائم کی۔

آپ کے دور میں 3600 علاقے فتح ہوئے۔

قیصر وکسریٰ دنیا کی دو بڑی سلطنتوں کا خاتمہ آپ کے دور میں ہوا۔

آپ کے عہد میں عدالت کے ایسے بے مثال فیصلے چشم فلک نے دیکھے جن کا چرچا چاردانگ عالم میں پھیل گیا۔

فتوحات عراق، ایران، روم، ترکستان اور دیگر بلاد عجم پر اسلامی عدل کا پرچم لہرانا سیدنا فاروق اعظمؓ کا بے مثال کارنامہ ہے۔

حضرت عمر فاروق کے زریں اور درخشندہ عہد پر کئی غیر مسلم بھی آپ کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

حقیقت میں آنحضرت ﷺ کے آفاقی دین کو تعمیر ترقی کے اوج ثریا پر پہنچانے اور دنیا بھر میں اسلام کی سطوت وشوکت کا سکہ بٹھانے کا سہرا حضرت فاروق اعظمؓ کے سر ہے۔

ارشادات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

جو شخص راز چھپاتا ہے اس کا راز اس کے ہاتھ میں ہے۔

فرمایا لوگوں کی فکر میں اپنے آپ کو نہ بھول جا۔

مجھے سائل کے سوال سے اس کی عقل کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

آدمی کے نماز روزہ پر نہ جاؤ بلکہ اس کے معاملات اور عقل کو دیکھو۔

علم عقل کی زیادتی موقوف نہیں۔

توبہ کی تکلیف سے گناہ کا ترک کردینا زیادہ سہل ہے۔

دولت سرا دنیا کے بغیر نہیں رہتی۔

جو شخص برائی سے آگاہ نہیں وہ ضرور اس میں گرفتار ہوگا۔

کسی کی شہرت کا آواز سن کر دھوکا نہ کھا اگر صبر وشکر دو سواریاں ہوتیں تو میں پروا نہ کرتا کہ کس پر سوار ہوں۔

حقیر سے حقیر پیشہ بھی ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔

شہادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا ایک غلام تھا جو مجوسی تھا۔ اس کا نام ابولولو تھا۔ یہ مجوسی ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس اپنے مالک کی شکایت لے کر آیا کہ اس کے مالک اس سے روزانہ چار درہم وصول کرتے ہیں آپ اس میں کمی کرا دیجیے۔ امیرالمومنین نے فرمایا تم بہت سے کام کے ہنرمند ہو تو چار درہم روز کے تمہارے لیے زیادہ نہیں ہیں۔ یہ جواب سن کر وہ غصے میں آگ بگولا ہوگیا اور آپ کو قتل کرنے کا مکمل ارادہ کرلیا اور اپنے پاس ایک زہر آلود خنجر رکھ لیا۔ 26 ذی الحجہ 23ھ بروز بدھ آپ نماز فجر کی ادائی کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ جب آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو اسلام دشمن مجوسی آپ پر حملہ آور ہوگیا اور اتنا سخت وار کیا کہ آپ بری طرح زخمی ہوگئے اور یکم محرم الحرام کو دس سال چھے ماہ اور چار دن مسلمانوں کی خلافت کے امور انجام دینے کے بعد جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی تدفین حضرت عائشہؓ کی اجازت سے حضور ﷺ کے پہلو میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت صہیبؓ نے پڑھائی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

آج امام عدل وحریت، خلیفہ راشد، امیرالمومنین، فاتح عرب وعجم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روضہ رسول میں آنحضرت ﷺ کے پہلو مبارک میں مدفون ہیں۔

حفاظتی ٹیکے بچوں کے محافظ کا کردار ادا کرتے ہیں

والدین اپنے بچوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے حفاظتی ٹیکوں کا کورس مکمل کرائیں

پروجیکٹ ڈائریکٹر ای پی آئی سندھ، ڈاکٹر محمد نعیم راجپوت سے گفتگو

انٹرویو: ندیم سبحان میو

پاکستان میں ہر سال نمونیا، خسرہ، ٹائیفائیڈ اور دیگر بیماریوں میں مبتلا ہو کر سیکڑوں بچے جان سے چلے جاتے ہیں۔ ان دنوں بھی سندھ اور پنجاب میں ٹائیفائیڈ اور خسرہ کی وبا پھیلی ہوئی ہے اور اسپتال ان امراض سے متاثرہ بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ماہرین طب کہتے ہیں کہ بچوں کے حفاظتی ٹیکوں (ویکسین) کا کورس مکمل کروا لیا جائے تو بچوں کی شرح اموات اور ان امراض کے پھیلاؤ میں نمایاں کمی لائی جا سکتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے جانے (ویکسی نیشن) کی شرح تسلی بخش نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ والدین میں بچوں کے حفاظتی ٹیکوں کی افادیت اور ان کی اہمیت سے متعلق کما حقہٗ آگاہی کا نہ ہونا ہے۔

پاکستان میں بچوں میں ویکسی نیشن کی شرح بڑھانے اور انھیں بیماریوں سے بچانے کے لیے سرکاری سطح پر چاروں صوبوں میں توسیعی پروگرام برائے حفاظتی ٹیکہ جات (ای پی آئی) کام کر رہے ہیں جن کے تحت بچوں کو مفت حفاظتی ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ بچوں کو بیماریوں سے بچانے کے سلسلے میں حفاظتی ٹیکوں کی کیا اہمیت ہے، اور سندھ میں بچوں میں ویکسی نیشن کی شرح بڑھانے کے لیے ای پی آئی پروگرام کس طرح کام کر رہا ہے، اس بارے میں جاننے کے لیے ہم نے پروجیکٹ ڈائریکٹر ای پی آئی سندھ، ڈاکٹر محمد نعیم راجپوت سے گفتگو کی جس کی تفصیلات قارئین کی نذر ہیں:

☆ ویکسین کیا ہوتی ہے؟ بچوں کے لیے اس کی کیا اہمیت ہے اور ای پی آئی پروگرام میں کتنی بیماریوں کی ویکسین شامل ہے؟

ڈاکٹر محمد نعیم راجپوت نے بتایا کہ حفاظتی ٹیکے یعنی ویکسین بچوں کے لیے ایک زبردست قسم کی حفاظتی شیلڈ ہوتی ہے جو انھیں بیماریوں سے محفوظ رکھنے میں ایک محافظ کا کردار ادا کرتی ہے۔ توسیعی پروگرام برائے حفاظتی ٹیکا جات (ای پی آئی) میں بارہ مہلک بیماریوں سے بچاؤ کے لیے ویکسین لگائی جاتی ہیں جن میں ٹی بی، پولیو، نمونیا، ہیپاٹائٹس (کالا یرقان)، خناق، کالی کھانسی، تشنج، خسرہ اور روبیلا، ٹائیفائیڈ (باری کا بخار)، گردن توڑ بخار اور اسہال شامل ہیں۔ پندرہ ماہ کی عمر میں بچوں کے حفاظتی ٹیکوں کا کورس مکمل ہو جاتا ہے۔

> **پیناڈول ڈراپس کی منظوری**
>
> ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ عام طور پر بچوں کو ٹیکا لگنے کے بعد بخار آ جاتا ہے۔ اس تناظر میں کچھ یونین کونسلوں میں آزمائشی طور پر پیناڈول ڈراپس دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اس اقدام کے بڑے اچھے نتائج برآمد ہوئے اور دیکھا گیا کہ اس کی وجہ سے والدین میں بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگوانے میں ہچکچاہٹ ختم ہو رہی ہے۔ اس کے پیش نظر وزیر صحت نے پیناڈول ڈراپس خریدنے کی اجازت دے دی ہے جو پورے صوبے میں ویکسینیٹرز کو فراہم کیے جائیں گے۔ ویکسینیٹر ٹیکا لگانے کے بعد یہ ڈراپس بچے کے ساتھ آنے والی ماں یا والد کے حوالے کر دیں گے۔

ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ محکمۂ سندھ کا ایک اور پروگرام بھی چل رہا ہے جس کے تحت اسپتالوں میں ہمارے ویکسی نیشن کے مراکز چوبیس گھنٹے کام کر رہے ہیں، جہاں بچہ پیدا ہوتے ہی اسے ہیپاٹائٹس کا ٹیکا لگا دیا جاتا ہے اور پولیو کے قطرے پلا دیے جاتے ہیں، اور اگر دست یاب ہو تو ٹی بی سے بچاؤ کی ویکسین (بی سی جی) بھی لگا دی جاتی ہے ورنہ بچے کو رجسٹرڈ کرنے کے بعد اسے بی سی جی کے ٹیکے کے لیے بلا لیا جاتا ہے۔

☆ کیا ویکسین بیماریوں سے بچوں کو سو فی صد تحفظ فراہم کرتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں پروجیکٹ ڈائریکٹر ای پی آئی سندھ نے بتایا کہ اگر شیڈول کے مطابق بچوں کے ٹیکوں کا کورس مکمل کروا لیا جائے تو وہ تقریباً ان بارہ بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ ان میں سے کوئی مرض لاحق بھی ہو جائے تو اس کی شدت وہ نہیں ہوتی جتنی کہ ان بچوں میں ہوتی ہے جنھیں حفاظتی ٹیکے نہ لگے ہوں اور وہ جلد صحت یاب ہو جاتا ہے۔

☆ ویکسین کے حوالے سے بعض والدین میں شکوک و شبہات بھی پائے جاتے ہیں، اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر نعیم راجپوت کا کہنا تھا کہ حکومت تو عوام کو بہت سی چیزیں بلا معاوضہ فراہم کر رہی ہے۔ بنیادی صحت کے مراکز (بیسک ہیلتھ یونٹ) سے لے کر سول اسپتالوں تک حکومت علاج معالجے کی خدمات بلا معاوضہ فراہم کر رہی ہے۔ اسی طرح ٹی بی، ایچ آئی وی اور ہیپاٹائٹس کا علاج مفت کر رہی ہے تو ویکسی نیشن بھی پرائمری ہیلتھ کیئر ہی کا حصہ ہے۔ ویکسی نیشن کے اسی پروگرام کی بدولت پولیو کے کیسز بہت کم ہو گئے ہیں، اسی طرح چکن پوکس، خناق اور دیگر کئی بیماریوں کے کیسز بھی برائے نام رہ گئے ہیں۔

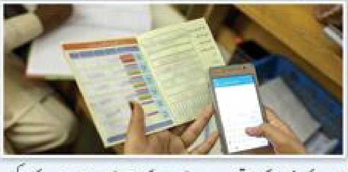

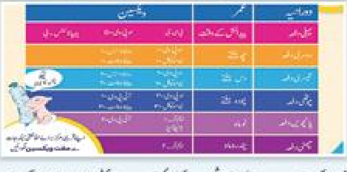

☆ ویکسین پاکستان میں بنتی ہے یا بیرون ممالک سے لائی جاتی ہے؟

ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ حکومت ویکسین اور کولڈ چین ایکوئپمنٹ بیرون ممالک سے یونیسیف کے ذریعے خریدتی ہے۔ بیرون ملک سے لے کر پاکستان پہنچنے اور پھر بچے کو لگائے جانے تک ویکسین کے درجہ حرارت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اور کولڈ چین ایکوئپمنٹ کی مدد سے اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ درجہ حرارت دو سے آٹھ ڈگری کے درمیان برقرار رہے تاکہ ویکسین کی افادیت متاثر نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے حفاظتی ٹیکا جات کے مرکز پر خاص قسم کے ریفریجریٹر ہوتے ہیں جنھیں آئس لائنڈ ریفریجریٹر (آئی ایل آر) کہا جاتا ہے جو ویکسین کا درجہ حرارت برقرار رکھتے ہیں۔

☆ سندھ میں بچوں کی ویکسی نیشن کی شرح کتنی ہے؟

اس ضمن میں پروجیکٹ ڈائریکٹر ای پی آئی نے بتایا کہ 2022ء میں تھرڈ پارٹی کا ایک سروے آیا تھا جس میں سندھ میں بچوں کی ویکسی نیشن کی شرح 69 فی صد تھی، اور اب ایس ای آئی آر کے ذریعے ہمارے پاس جو اعداد و شمار ہیں ان کے مطابق یہ شرح 80 فیصد سے بڑھ گئی ہے۔

☆ بچوں تک ویکسین کی رسائی ممکن بنانے کے لیے ای پی آئی کس طرح کام کرتا ہے؟

اس بارے میں ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ ای پی آئی کا پروگرام تین طریقے سے کام کرتا ہے: فکسڈ سائٹ، آؤٹ ریچ سائٹ اور موبائل یونٹ کے ذریعے۔ پورے صوبے میں ویکسی نیشن کے تین سے ساڑھے تین ہزار مراکز (فکسڈ سائٹ) ہیں جہاں بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ویکسینیٹر مہینے میں کم از کم بیس دن آبادی میں جا کر ویکسی نیشن کرتے ہیں، اس کے لیے وہ کسی کلینک، کمیونٹی سینٹر یا کسی ایسے مقام کا انتخاب کرتے ہیں جہاں مائیں اپنے بچوں کو بہ آسانی ویکسی نیشن کے لیے لے کر آ سکیں۔ موبائل یونٹ میں ویکسینیٹر کے علاوہ ڈاکٹر اور ایل ایچ وی بھی ہوتی ہیں۔ موبائل یونٹ کے ذریعے دور افتادہ علاقوں میں جا کر بچوں کی ویکسی نیشن کی جاتی ہے اور پرائمری ہیلتھ کیئر کی سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ کراچی کے جزائر پر بچوں کی ویکسی نیشن کے لیے عملہ کشتیوں کے ذریعے جاتا ہے۔

☆ سندھ میں ویکسینیٹرز کی تعداد کتنی ہے اور کیا انھیں تربیت فراہم کی جاتی ہے؟

ڈاکٹر نعیم راجپوت کے مطابق اس وقت صوبے میں ساڑھے تین ہزار کے قریب ویکسینیٹر کام کر رہے ہیں، اور جلد ہی اس تعداد میں اضافہ کیا جائے گا۔ انھوں نے بتایا کہ ویکسینیٹرز کی باقاعدہ تربیت کی جاتی ہے تاکہ وہ بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگانے کی انتہائی اہم ذمے داری احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔

☆ ویکسینیٹرز کی نگرانی اور ان کی کارکردگی پر نظر رکھنے کا کیا انتظام ہے؟

پروجیکٹ ڈائریکٹر ای پی آئی نے بتایا کہ پورے صوبے میں ویکسینیٹر ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسران کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ڈی ایچ او کے نیچے ایڈیشنل ڈی ایچ او پر یونٹیں، پھر ای پی آئی کے ڈسٹرکٹ فوکل پرسن، پھر ڈسٹرکٹ اور تاؤن سپرنٹنڈنٹ ویکسی نیشن (ڈی ایس وی اور ٹی ایس وی) ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ وزارت صحت اور ای پی آئی کے نگران (مانیٹر) ہوتے ہیں، پھر ضلع کی سطح پر عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) اور یونیسیف کے مانیٹر ہیں۔ یہ تمام افراد ویکسینیٹر کے کام پر نظر رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ ویکسینیٹر صبح سینٹر پر پہنچنے کے بعد 'زندگی محفوظ' ایپ کے ذریعے حاضری لگاتے ہیں۔ صبح آٹھ سے نو بجے کے درمیان ہمیں پورے صوبے کے ویکسینیٹرز کی حاضری مل جاتی ہے۔ اسی ایپ کے ذریعے ویکسینیٹر یہ بھی دیکھتا ہے کہ کون سے بچے وقت پر ویکسی نیشن کے لیے نہیں آ سکے ہیں تو پھر وہ اسی مناسبت سے اپنے ٹور پلان کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔

☆ ای پی آئی میں بچوں کا ریکارڈ کس طرح رکھا جاتا ہے؟

اس ضمن میں ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ ہمارا اپنا ایک رجسٹریشن سسٹم ہے جو سندھ الیکٹرانک امیونائزیشن رجسٹری (ایس ای آئی آر) کہلاتا ہے۔ ویکسینیٹر بچے کو ویکسین لگا کر کیو آر کوڈ اسکین کرنے کے بعد اس کا ڈیٹا 'زندگی محفوظ' ایپ میں محفوظ کرتا ہے۔ اس کے بعد بچے کا ڈیٹا ایس ای آئی آر میں منتقل ہو جاتا ہے جس کے ذریعے ڈیٹا میں درج فون نمبر پر فوراً میسج چلا جاتا ہے کہ بچے کو ویکسین لگائی جا چکی ہے۔ پھر اگلے ٹیکے کا وقت ہونے پر بھی والدین کے نمبر پر یاد دہانی کے لیے میسج چلا جاتا ہے۔ جس نمبر سے میسج آتا ہے والدین کسی شکایت کی صورت میں اسی نمبر پر اپنی شکایت بھی درج کروا سکتے ہیں۔ اور پورے پاکستان کے لیے ہیلپ لائن 1166 ہے جس پر شکایت کے علاوہ والدین اپنے سوالوں کے جواب حاصل کر سکتے اور تجاویز بھی دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ سندھ پہلا صوبہ ہے جہاں یہ الیکٹرانک امیونائزیشن رجسٹری کا نظام نافذ کیا گیا ہے اور اب دوسرے صوبے اس کی نقل کر رہے ہیں۔

☆ ای پی آئی کے تحت ویکسی نیشن کی مہم بھی چلائی جاتی ہے؟

اس سلسلے میں ٹائیفائیڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر نعیم راجپوت نے کہا کہ ای پی آئی کے تحت گزشتہ ماہ کراچی کے سات اضلاع اور حیدرآباد کے ایک ضلع میں ٹائیفائیڈ کی پندرہ روزہ مہم چلائی گئی تھی جس کے دوران چھے ماہ سے لے کر پندرہ سال تک کے بچوں کو ٹائیفائیڈ سے بچاؤ کے ٹیکے لگائے گئے۔ انھوں نے بتایا کہ ٹائیفائیڈ کی یہ قسم اینٹی بایوٹکس کے خلاف مزاحم ہے، اس کی وجہ اینٹی بایوٹکس کا بے دریغ استعمال ہے۔ جیسے کہ کووڈ کے زمانے میں ایزیتھرومائسن کا استعمال کیا جا رہا تھا۔ یہ دوا کووڈ کے لیے تو ٹھیک تھی مگر عام نزلہ زکام میں بھی اس کا بے جا استعمال دیکھنے میں آیا جس کی وجہ سے ٹائیفائیڈ کے بیکٹیریا میں اس کے خلاف مزاحمت پیدا ہو گئی، تو اینٹی بایوٹکس کا غیر ضروری استعمال بھی ٹائیفائیڈ کو بڑھاوا دیتا ہے۔

> **پرائیویٹ اسپتالوں میں ویکسی نیشن بہتر ہوتی ہے یا سرکاری مراکز پر؟**
>
> ڈاکٹر نعیم راجپوت کا کہنا تھا کہ تمام نجی اسپتالوں میں جہاں ویکسی نیشن ہوتی ہے، انھیں بھی حکومت ہی ویکسین مہیا کرتی ہے، یعنی پرائیویٹ اور سرکاری مراکز میں ویکسین وہی ہوتی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ پرائیویٹ اسپتالوں میں ویکسی نیشن کے مراکز یا کمرے سجے ہوئے ہوتے ہیں جو دیدہ زیب معلوم ہوتے ہیں، اور یہ اسپتال اپنی خدمات کا معاوضہ (سروس چارجز) لیتے ہیں۔ ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ اب ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارے ویکسی نیشن سینٹر بھی خوب صورت ہوں تاکہ والدین وہاں بلا جھجک آئیں، اس ضمن میں ہم حفاظتی ٹیکا جات کے ڈیڑھ سو سے زائد مراکز کی تزئین و آرائش کر چکے ہیں، اور ہم نے ویکسینیٹرز کو ویکسی نیشن کے دوران پہننے کے لیے ڈریس کوڈ بھی فراہم کیے ہیں۔

کیا ای پی آئی میں مزید کسی بیماری سے بچاؤ کا ٹیکہ شامل کیا جائے گا؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر نعیم راجپوت نے بتایا کہ رواں سال ایچ پی وی (ہیومن پیپلوما وائرس) ویکسین حفاظتی ٹیکوں کے پروگرام میں شامل کی جا رہی ہے۔ ایچ پی وی ویکسین خواتین کے لیے ہے اور انھیں سروائیکل کینسر سے تحفظ فراہم کرے گی۔ اس سے پہلے خواتین کے لیے ٹی ڈی کی ویکسین موجود ہے جو انھیں اور ان کے ہونے والے بچے کو تشنج اور خناق سے تحفظ دیتی ہے۔

☆ والدین کے لیے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

پروجیکٹ ڈائریکٹر ای پی آئی نے والدین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ بچوں کو حفاظتی ٹیکوں کا کورس مکمل کرائیں، تاکہ بچے ان بارہ مہلک بیماریوں سے محفوظ رہیں، بچے محفوظ رہیں گے تو ہمارا مستقبل محفوظ رہے گا، اور ہمارا معاشرہ صحت مند انداز میں پروان چڑھے گا۔

اسرائیل کیسے عالمی عدالت جرائم کی جاسوسی کرتا رہا؟

ایک بین الاقوامی ادارے کے خلاف مادر پدر آزاد اسرائیلی حکمران طبقے کی غیر اخلاقی و غیر قانونی سرگرمیوں کا چشم کشا قصہ

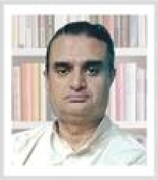

سید عاصم محمود

یہ انیس مئی 2024ء کی بات ہے، عالمی عدالت جرائم (International Criminal Court) کے چیف پراسیکیوٹر، کریم خان نے اعلان کیا کہ وہ اسرائیلی وزیراعظم، نیتن یاہو اور اسرائیل کے وزیر دفاع، یواف گیلنٹ کے خلاف عدالت سے بین الاقوامی وارنٹ گرفتاری طلب کر رہے ہیں۔ ان دونوں پر الزام ہے:" وہ غزہ کی حالیہ جنگ میں فلسطینیوں کی نسل کشی میں ملوث رہے۔ بھوک کو جنگی ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کیا۔ عام آدمی تک اشیائے رسد نہیں پہنچنے دیں اور دانستہ شہریوں کو نشانہ بنایا۔" حماس کے لیڈروں کے خلاف بھی وارنٹ طلب کیے گئے۔ اس موقع پہ عالمی عدالت کے چیف پراسیکیوٹر نے میڈیا کو بتایا:

"میں یہ بات کھل کر کہہ رہا ہوں کہ عالمی عدالت جرائم کے اہلکاروں کی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالنے، دھمکانے یا غلط طریقے سے اثر انداز ہونے کی تمام کوششیں فوری طور پر بند کی جائیں۔"

اس وقت دانش وروں اور ماہرین کی سمجھ میں نہیں آیا کہ عالمی عدالت کے سرکردہ رکن اور نامور ماہر قانون نے کس فرد یا طاقت کی طرف اشارہ کر کے اسے خبردار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر بعد ازاں ممتاز برطانوی اخبار، گارڈین اور دو اسرائیلی رسائل، پلس نو سو بہتر (972+) اور لوکل کال (Local Call) کے محققوں کی چھان بین سے انکشاف ہوا کہ عالمی عدالت جرائم کے چیف پراسیکیوٹر، کریم خان کا اشارہ اسرائیلی حکومت کی طرف تھا۔ یہ واضح رہے، عالمی عدالت جرائم کے آئین میں درج ہے کہ اگر کسی فرد یا ریاست نے ادارے کے کام میں رکاوٹ ڈالی تو یہ عمل جرم کہلائے گا۔ اور جرم پر اس پہ مقدمہ چل سکتا ہے۔ اسی لیے کریم خان نے اپنی پریس کانفرنس میں میڈیا کو مزید کہا تھا:" اگر عالمی عدالت جرائم کے خلاف سرگرمیاں جاری رہیں تو میرا دفتر قانونی کارروائی شروع کرنے میں دیر نہیں لگائے گا۔"

مذموم خفیہ مہم

اب گارڈین اور اسرائیلی میگزینوں کے محققین کی تفتیش سے انکشاف ہوا ہے کہ اسرائیل نے پچھلے ایک عشرے سے عالمی عدالت جرائم کے خلاف ایک خفیہ مہم چلا رکھی ہے۔ اسرائیلی حکمران طبقے کے حکم پر اسرائیل کی خفیہ ایجنسیاں عالمی عدالت کے ججوں اور وکلا کی نگرانی و جاسوسی کرتی ہیں۔ ان کی کالیں سنی اور ریکارڈ کی جاتی ہیں۔ یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کے کردار کی کوئی خامی ہاتھ لگ جائے تاکہ اس کی بنیاد پہ انھیں بلیک میل کیا جا سکے۔ عملے کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ ترغیب و تحریص سے بھی کام لیا جاتا ہے۔

عالمی عدالت جرائم کے خلاف یہ خفیہ مہم چلانے کا مقصد یہ تھا کہ ادارہ اسرائیل کے جنگی جرائم کی تفتیش نہ کرے۔ اسرائیل کے خلاف جو انکوائریاں چل رہی ہیں، وہ کامیاب نہ ہوں اور پٹڑی سے اتر جائیں۔ اسرائیلی حکمران طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری نہ ہو سکیں۔ یوں اسرائیلی حکومت کھل کر فلسطینیوں پہ مظالم ڈھانا جاری رکھے اور قانون و اخلاقیات کی دھجیاں اڑاتی رہے۔ اسرائیلی حکمران طبقہ یہ چاہتا ہے کہ وہ دن دیہاڑے اہل فلسطین کی نسل کشی کرتا رہے اور دنیا والے خاموش رہیں۔ اس حکمت عملی میں وہ امریکا کی بھرپور حمایت کے باعث کامیاب رہا ہے۔ لیکن کریم خان جیسے لوگ کبھی کبھی اسے یاد دلا دیتے ہیں کہ اسرائیل کوئی ڈکٹیٹر یا سپر پاور نہیں اور اسے بھی قانون و اخلاق کے دائرے میں رہ کر کام کرنا چاہیے۔

تحقیق سے افشا ہوا کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسیوں نے جدید ترین آلات کی مدد سے کریم خان، ان سے پہلے کے چیف پراسیکیوٹروں اور عالمی عدالت جرائم کے دیگر اعلیٰ عہدے داروں کی پیغام رسانی تک رسائی حاصل کر لی۔ یوں ان کی ٹیلی فون یا موبائل کالیں سنی جانے لگیں۔ ان کی ای میلوں تک بھی رسائی ہو گئی۔ ان کے کمپیوٹروں میں داخل ہو کر اسرائیلی عدالت کی خفیہ دستاویز بھی پڑھنے لگے۔ غرض ان کی دسترس سے عالمی ادارے کا کوئی رکن محفوظ نہیں رہا۔

اسرائیلی خفیہ ایجنسیوں نے غزہ میں جنگ چھڑنے کے بعد عالمی عدالت جرائم کے عملے کی سخت نگرانی شروع کر دی تھی۔ اسی لیے اسرائیلی وزیراعظم، نیتن یاہو کو چیف پراسیکیوٹر کے ارادوں کی پیشگی معلومات مل گئیں۔ اس کے مندرجات سے واقف ایک ذریعے کے مطابق کریم خان جلد از جلد اسرائیلیوں کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ طلب کرنا چاہتے تھے لیکن "امریکہ کے زبردست دباؤ" میں تھے۔ امریکی حکومت نہیں چاہتی تھی کہ یہ وارنٹ طلب کیے جائیں۔

افریقی مملکت، گیمبیا کی ماہر قانون، فاتو بنسودا 2012ء تا جون 2021ء عالمی عدالت جرائم کی چیف پراسیکیوٹر رہی ہیں۔ انھوں نے ہی 2021ء میں سب سے پہلے اسرائیل کی قانون و اخلاق مخالف سرگرمیوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا تھا۔ برطانوی و اسرائیلی چھان بین سے انکشاف ہوا کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسیاں فاتو صاحبہ کے خلاف بھی بہت سرگرم رہیں اور ان کی خوب جاسوسی کی گئی۔ آج کل فاتو بنسودا برطانیہ میں گیمبیا کی سفیر ہیں۔ انہی کی کوششوں اور عمیق تحقیق سے عالمی عدالت اس قابل ہوئی کہ اسرائیلی لیڈروں کے خلاف وارنٹ گرفتاری طلب کر سکے۔

کریم خان

نیتن یاہو

فاتو بنسودا

واردات کا طریق کار

برطانوی و اسرائیلی دانشوروں کو تحقیق سے یہ بھی پتا چلا کہ وزیراعظم نیتن یاہو عالمی عدالت جرائم کے خلاف جاری آپریشنوں میں ذاتی دلچسپی لیتا تھا۔ بلکہ وہ "جنون" کی حد تک اس کیس سے منسلک ہو گیا تھا۔ وہ اکثر اپنی انٹیلی جنس ایجنسیوں سے اس کیس کا اپ ڈیٹ لیتا۔ اس کیس کی نگرانی اسرائیل کے قومی سلامتی مشیر کر رہے تھے۔ جبکہ اس خفیہ کیس پر اسرائیل کی ایلیٹ انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ایجنٹ مامور تھے جن میں ریاستی سپائی ایجنسی، شین بیت (Shin Bet)، اسرائیلی فوج کا انٹیلی جنس ڈائرکٹوریٹ، امان (Aman) اور سائبر انٹیلی جنس ڈویژن، یونٹ 8200 (Unit 8200) نمایاں ہیں۔ اس خفیہ آپریشن سے جو معلومات حاصل ہوتیں، وہ انصاف، خارجہ اور تزویراتی امور کی وزارتوں کو ارسال کر دی جاتیں۔

فاتو بنسودا کے خلاف خفیہ آپریشن تو ذاتی طور پر نیتن یاہو کا قریبی ساتھی، یوسی کوہن (Yossi Cohen) چلا رہا تھا، جو اس وقت اسرائیل کی بیرون ملک جاسوس جنس ایجنسی، موساد کا ڈائریکٹر تھا۔ ایک مرحلے پر موساد کے سربراہ نے ڈیموکریٹک ریپبلک آف کانگو کے اس وقت کے صدر جوزف کبیلا کی مدد بھی لی تاکہ فاتو صاحبہ پہ اپنی باتیں منوانے کے سلسلے میں دباؤ ڈالا جا سکے۔

گارڈین اور اسرائیلی رسائل کی مشترکہ تحقیقات کے دوران دو درجن سے زائد موجودہ اور سابق اسرائیلی انٹیلی جنس افسران اور حکومتی عہدیداروں، عالمی عدالت جرائم کی سینئر شخصیات، سفارت کاروں اور آئی سی سی کیس سے واقف وکیلوں کے انٹرویو کیے گئے۔ گارڈین کے رابطے پر عالمی عدالت جرائم کے ترجمان نے کہا:" وہ عدالت کے خلاف متعدد قومی ایجنسیوں کی جانب سے انٹیلی جنس جمع کرنے کی فعال سرگرمیوں سے آگاہ ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ آئی سی سی اس طرح کی سرگرمی کے خلاف مسلسل جوابی اقدامات کر رہا ہے۔"

اسرائیلی وزیراعظم کے دفتر کے ترجمان نے کہا:" ہمیں جو سوالات بھیجے گئے ہیں وہ بہت سے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات سے بھرے ہیں۔ ان کا مقصد اسرائیل کی ریاست کو نقصان پہنچانا ہے۔" ایک فوجی ترجمان نے مزید کہا:" آئی ڈی ایف (اسرائیل کی دفاعی افواج) نے عالمی عدالت جرائم کے خلاف نگرانی یا دیگر انٹیلی جنس کارروائیاں نہیں کیں اور نہ ہی کرتی ہیں۔" یہ واضح رہے، عالمی عدالت جرائم ۲۰۰۲ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ جو افراد جنگی جرائم میں ملوث ہوں، ان پر مقدمہ چلایا جا سکے۔ یہ عدالت کسی بھی فرد پہ مقدمہ چلا سکتی ہے۔ اس کا صدر دفتر، ہیگ، ہالینڈ میں واقع ہے۔ یہ اقوام متحدہ کے ادارے، عالمی عدالت انصاف سے الگ ادارہ ہے جو دو ممالک کے مابین اختلافات کا تصفیہ کرتا ہے۔

جنگی جرائم کے الزامات

نیتن یاہو اور ان کے وزیر دفاع کے خلاف وارنٹ طلب کرنے کا فیصلہ تاریخی ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقع ہے کہ عالمی عدالت جرائم کے پراسیکیوٹر نے مغربی ممالک کے ایک قریبی اتحادی، اسرائیل کے رہنما کے خلاف وارنٹ گرفتاری طلب کیے۔

انسانیت کے خلاف جو جرائم کریم خان نے نیتن یاہو اور یواف گیلنٹ کے خلاف بیان کیے ہیں، ان سب کا تعلق غزہ میں اسرائیل کی آٹھ ماہ سے جاری جنگ سے ہے، جس میں علاقے کی ہیلتھ اتھارٹی کے مطابق سینتیس ہزار سے زیادہ فلسطینی شہید ہو چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی حکمران طبقے کے خلاف کیس بنانے میں ایک دہائی گزر گئی ہے۔ اس دوران گرفتاری وارنٹ جاری ہونے کے امکان پر اسرائیلی حکام کے درمیان خطرہ جنم لیتا رہا کیونکہ اگر عالمی عدالت جرائم نے یہ وارنٹ جاری کر دیے تو ملزم اسرائیلی عدالت کے 124 رکن ممالک میں سے کسی کا سفر نہیں کر سکیں گے۔ وہاں پہنچتے ہی انھیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ امریکا بھی پہلے اس عدالت کا رکن تھا مگر جب اس نے اسرائیل کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا تو امریکی صدر، ٹرمپ نے رکنیت منقطع کر دی۔

شین بیت

امان

یونٹ 8200

دنیا کے ایک سو چوبیس ممالک میں گرفتاری کے خوف ہی نے اسرائیلی حکمران طبقے کو اکسا دیا کہ وہ عالمی عدالت جرائم کے خلاف زوردار خفیہ جنگ چھیڑ دے۔ اس جنگ کا مقصد یہی ہے کہ عدالت اسرائیلی لیڈروں کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری نہ کر سکے۔ اس جنگ میں اسرائیل کی "پوری فوجی اور سیاسی اسٹیبلشمنٹ" عالمی عدالت کے خلاف صف بستہ ہے۔

مہم کا آغاز

اس "جنگ" کا آغاز جنوری 2015ء میں ہوا، جب اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ فلسطین کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی طرف سے بطور ریاست تسلیم کرنے کے بعد اسے عالمی عدالت جرائم کے رکن ممالک کی فہرست میں شامل کر لیا جائے گا۔ اس الحاق کو اسرائیلی حکام نے "سفارتی دہشت گردی" کی ایک شکل قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی تھی۔ اسرائیل کی عالمی عدالت جرائم کے خلاف جاری مہم سے واقف ایک سابق اسرائیلی دفاعی اہلکار نے بتایا کہ عدالت میں فلسطین شمولیت کو "سرخ لکیر عبور کرنے کے طور پر سمجھا گیا" اور "شاید فلسطینی اتھارٹی کی طرف سے اٹھایا گیا سب سے زیادہ جارحانہ سفارتی اقدام، جو مغربی کنارے پر حکومت کرتی ہے۔" "اقوام متحدہ میں ایک ریاست کے طور پر تسلیم کیے جانے سے اسرائیلی حکومت کو کوئی فرق نہیں پڑا" اس نے مزید کہا "لیکن عالمی عدالت جرائم دانت رکھنے والا ایک طریقہ کار ہے۔"

سامنے دی گئی دھمکی

عالمی عدالت جرائم کی چیف پراسیکیوٹر، فاتو بنسودا کے لیے عدالت سے فلسطین کے الحاق فیصلہ ایک اہم فیصلہ لے کر آیا۔ عدالت قائم کرنے والے معاہدے کے تحت وہ اپنے دائرہ اختیار کو صرف رکن ممالک کے اندر یا ان ریاستوں کے شہریوں کے ذریعے ہونے والے جرائم پر استعمال کر سکتی ہے۔ امریکہ، روس اور چین کی طرح اسرائیل بھی اس کا رکن نہیں۔ تاہم فلسطین کی جانب سے عالمی عدالت جرائم کے رکن کی حیثیت سے قبولیت کے بعد مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں کسی بھی ریاست کے افراد کے ذریعے کیے جانے والے مبینہ جنگی جرائم اب فاتو بنسودا کے دائرہ اختیار میں آ گئے۔

16 جنوری 2015ء کو، فلسطین میں شمولیت کے چند ہفتوں کے اندر فاتو بنسودا نے ایک ابتدائی مقدمہ شروع کیا جسے عدالت کی قانونی حیثیت میں "فلسطین کی صورت حال" کہا جاتا ہے۔ اگلے مہینے دو آدمی جو پراسیکیوٹر کا نجی پتا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، دی ہیگ میں ان کے گھر آئے۔ واقعے سے واقف ذرائع نے بتایا کہ ان افراد نے پہنچنے پر اپنی شناخت ظاہر کرنے سے انکار کر دیا، لیکن کہا کہ وہ ایک نامعلوم جرمن خاتون کی جانب سے فاتو بنسودا کو ایک خط دینا چاہتے تھے جو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس لفافے میں سیکڑوں ڈالر نقد اور اسرائیلی فون نمبر والا ایک نوٹ تھا۔

واقعے کے بارے میں عالمی عدالت جرائم کی جائزہ رپورٹ کی معلومات رکھنے والے ذرائع نے بتایا کہ اگرچہ مردوں کی شناخت کرنا یا ان کے مقاصد کو مکمل طور پر معلوم کرنا مشکل تھا، لیکن یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اسرائیل پراسیکیوٹر کو یہ اشارہ دے رہا تھا کہ وہ جانتا ہے، وہ کہاں رہتی ہے۔ عالمی عدالت نے واقعے کی اطلاع ولندیزی حکام کو دی اور فاتو بنسودا کے گھر پر سی سی ٹی وی کیمرے نصب کرتے ہوئے اضافی حفاظتی انتظامات کر دیے۔

فلسطینی علاقوں میں عالمی عدالت جرائم کی ابتدائی انکوائری ان حقائق کی کھوج کی متعدد دشمنوں میں سے ایک تھی جو عدالت تب ممکنہ مکمل تحقیقات کے پیش خیمہ کے طور پر کر رہی تھی۔ پراسیکیوٹر کے دفتر کے اہلکاروں کا خیال تھا کہ عدالت جاسوسی کی سرگرمیوں کے خطرے سے دوچار ہے۔ لہٰذا انھوں نے خفیہ پوچھ گچھ سے بچاؤ کے لیے انسداد نگرانی کے اقدامات متعارف کرا دیے۔

اب پتا چلا ہے کہ اسرائیل میں وزیراعظم کی قومی سلامتی کونسل (این ایس سی) نے اپنی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو عالمی عدالت اور فاتو صاحبہ کے خلاف متحرک کیا تھا۔ نیتن یاہو، کچھ جرنیلوں اور جاسوسی اداروں کے سربراہان نے اس آپریشن کی اجازت دی تھی تاکہ اسرائیلی حکمران طبقے کو کسی قسم کی قانونی پیچیدگیوں سے بچایا جا سکے۔ متعدد اسرائیلی ذرائع نے بتایا کہ جرنیل چاہتے تھے، ملٹری انٹیلی جنس بھی اس کوشش میں شامل ہو، جس کی قیادت دیگر جاسوس ایجنسیاں کر رہی تھیں، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے، سینئر افسران الزامات سے بچ جائیں۔ "ہمیں بتایا گیا تھا کہ سینئر فوجی افسران مغربی کنارے میں عہدے قبول کرنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ انھیں خوف ہے کہ ان پر بھی ہیگ میں مقدمہ چل جائے گا۔" ایک ذریعے نے انکشاف کیا۔

اسرائیلی جاسوسی نیٹ ورک

عالمی عدالت جرائم کے خلاف جاری مہم میں ملوث دو اسرائیلی انٹیلی جنس اہلکاروں نے بتایا کہ وزیراعظم کے دفتر نے ان کے کام میں گہری دلچسپی لی۔ ایک نے کہا، نیتن یاہو کا دفتر عدالتی اہلکاروں کی نگرانی کے سلسلے میں "ہدایات" بھیجے گا۔ ایک اور نے وزیراعظم کو عالمی عدالت کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالنے والی رپورٹوں کے سلسلے میں "جنونی" قرار دیا۔

ہیک شدہ ای میلز اور مانیٹر کالز

اسرائیل کی انٹیلی جنس سرگرمیوں سے واقف پانچ ذرائع نے بتایا کہ انھوں نے معمول کے مطابق فاتو بنسودا اور ان کے عملے کی فون کالز کی جاسوسی کی جو فلسطینیوں کو کی جاتی تھیں۔ اسرائیل کی طرف سے عالمی عدالت جرائم کے نمائندوں کو مشرقی یروشلم سمیت غزہ اور مغربی کنارے تک رسائی سے روکا گیا۔ انھیں اپنی زیادہ تر تحقیق ٹیلی فون کے ذریعے کرنے پر مجبور کیا گیا۔ مدعا یہی تھا کہ ان کی جاسوسی سہل طور پر کی جا سکے۔ فلسطینی ٹیلی کام کے بنیادی ڈھانچے تک اسرائیل کی جامع رسائی کی بدولت انٹیلی جنس آپریٹو عدالت کے اہلکاروں کے آلات میں اسپائی ویئر نصب کیے بغیر ان کی کالیں پکڑ سکتے تھے۔ "اگر فاتو بنسودا نے مغربی کنارے یا غزہ میں کسی بھی شخص سے بات کی، تو وہ فون کال انٹرسیپٹ سسٹم میں داخل ہو جاتی۔" ایک ذریعے نے بتایا۔ ایک اور نے کہا کہ پراسیکیوٹر کی جاسوسی پر اندرونی طور پر کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی۔ "وہ سیاہ فام اور افریقی تھی، تو کس کو پرواہ ہوتی؟"

خفیہ ملاقاتیں

اسرائیل نے اپنے مفادات کو تحفظ دینے کے لیے بیک ڈور سیاست سے بھی کام لیا۔ اسرائیلی عالمی عدالت کے اہل کاروں سے خفیہ طور پر ملاقاتیں کرتے رہے۔ یہ ملاقاتیں انتہائی حساس تھیں۔ اگر انھیں عام کیا جائے تو ان میں اسرائیلی حکومت کی یہ سرکاری پوزیشن کمزور کرنے کی صلاحیت ہے کہ اس نے عدالت کا اختیار تسلیم نہیں کیا۔ ملاقاتوں سے واقف چھ ذرائع کے مطابق اسرائیلی وفد اعلیٰ سرکاری وکلا اور سفارت کاروں پر مشتمل تھے جنہوں نے دی ہیگ کا سفر کیا۔ دو ذرائع نے بتایا کہ ملاقاتوں کی اجازت نیتن یاہو نے دی تھی۔

اسرائیلی وفد کو وزارت انصاف، وزارت خارجہ اور ملٹری ایڈووکیٹ جنرل کے دفتر سے بھیجا گیا تھا۔ یہ ملاقاتیں 2017ء اور 2019ء کے درمیان ہوئیں اور ان کی قیادت ممتاز اسرائیلی وکیل اور سفارت کار ٹال بیکر نے کی۔ مقصد اسرائیل کے خلاف جاری مقدمے کی تفصیلات جاننا تھا۔ آئی سی سی کے ساتھ اسرائیل کی بیک چینل ملاقاتیں دسمبر 2019ء میں ختم ہوئیں، جب فاتو بنسودا نے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ان کا خیال ہے، اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ایک "معقول بنیاد" موجود ہے کہ اسرائیل اور فلسطینی مسلح گروپوں نے مقبوضہ علاقوں میں جنگی جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔

ذاتی دھمکیاں

2019 کے آخر اور 2021 کے اوائل کے درمیان موساد کے ڈائریکٹر، یوسی کوہن نے فاتو بنسودا کو تحقیقات آگے نہ بڑھانے کے لیے قائل کرنے کی خاطر اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ کوہن پراسیکیوٹر سے رابطہ کرنے، غیر اعلانیہ طور پر سامنے آنے اور اسے ناپسندیدہ کالوں کا نشانہ بنانے میں لگا رہا۔ ابتدائی طور پر دوستانہ ہونے کے باوجود ذرائع نے بتایا، کوہن کا رویہ تیزی سے دھمکی آمیز اور ڈرانے والا بن گیا۔ اسرائیل نے پراسیکیوٹر پر دباؤ ڈالنے کے لیے انھیں بدنام کرنے کی مہم بھی چلائی۔ متعدد ذرائع کے مطابق موساد نے مواد کا ایک ذخیرہ حاصل کیا تھا جس میں فاتو بنسودا کے شوہر کے خلاف بظاہر اسٹنگ آپریشن کی نقلیں موجود تھیں۔ تاہم چیف پراسیکیوٹر کو بدنام کرنے کی کوششیں ناکام رہیں۔

ظلم کا شکار فلسطینی

یواف گیلنٹ

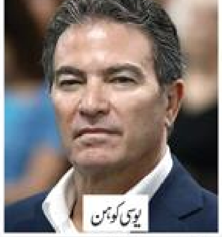
یوسی کوہن

آئی سی سی کے خلاف ٹرمپ کی مہم

مارچ 2020 میں فاتو بنسودا کی جانب سے فلسطین کا مقدمہ پری ٹرائل چیمبر میں بھیجے جانے کے تین ماہ بعد اسرائیلی حکومت کے ایک وفد نے مبینہ طور پر واشنگٹن میں سینئر امریکی حکام کے ساتھ عالمی عدالت جرائم کے خلاف "مشترکہ اسرائیلی وامریکی جدوجہد" کے بارے میں بات چیت کی۔ ایک اسرائیلی انٹیلی جنس اہلکار نے کہا کہ وہ ڈونلڈ ٹرمپ کی انتظامیہ کو اپنے ڈیموکریٹک پیشرو سے زیادہ دوست سمجھتے تھے۔

امریکی مسلح افواج کے خلاف مقدمہ چلائے جانے کے خوف سے ٹرمپ انتظامیہ عالمی عدالت کے خلاف اپنی جارحانہ مہم میں مصروف ہو گئی جس کا اختتام 2020 کے موسم گرما میں فاتو بنسودا اور اس کے ایک اعلیٰ عہدیدار پر امریکی اقتصادی پابندیوں کے نفاذ کے ساتھ ہوا۔ اسی سال جون میں ایک پریس کانفرنس میں ٹرمپ انتظامیہ کی سینئر شخصیات نے عالمی عدالت کے حکام پر پابندیاں عائد کرنے کے اپنے ارادے کا اشارہ دیتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ انھیں "پراسیکیوٹر کے دفتر کی اعلیٰ ترین سطح پر مالی بدعنوانی" کے بارے میں غیر واضح معلومات موصول ہوئی ہیں۔ امریکا نے اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے کبھی عوامی طور پر کوئی معلومات فراہم نہیں کیں، اور جو بائیڈن نے وائٹ ہاؤس میں داخل ہونے کے مہینوں بعد یہ پابندیاں ہٹا دیں۔

کریم خان کی آمد

اسرائیل میں عالمی عدالت جرائم کے نئے چیف پراسیکیوٹر، کریم خان کا خیر مقدم کیا۔ ان کی تقرری کو "امید کی وجہ" کے طور پر دیکھا گیا، لیکن 7 اکتوبر کے حملے نے "اس حقیقت کو بدل دیا"۔ غزہ پر اسرائیل کی بمباری کے تیسرے ہفتے کے اختتام تک کریم خان رفح بارڈر کراسنگ پر تھے۔ اس کے بعد انھوں نے مغربی کنارے اور جنوبی اسرائیل کا دورہ کیا۔ انھیں 7 اکتوبر کے حملے میں بچ جانے والوں اور ہلاک ہونے والے لوگوں کے لواحقین سے ملنے کی دعوت دی گئی۔

فروری 2024 میں کریم خان نے ایک سخت الفاظ میں بیان جاری کیا جسے نیتن یاہو کے قانونی مشیروں نے "ناشائستہ" سے تعبیر کیا۔ ایکس پر پوسٹ میں انھوں نے اسرائیل کو غزہ کے سب سے جنوبی شہر رفح پر حملہ کرنے کے خلاف متنبہ کیا جہاں اس وقت 10 لاکھ سے زیادہ بے گھر افراد پناہ لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے لکھا "میں رفح میں اسرائیلی افواج کی مبینہ بمباری اور ممکنہ زمینی دراندازی پر گہری تشویش کا شکار ہوں۔ جو لوگ قانون کی تعمیل نہیں کرتے ہیں، وہ بعد میں جب میرا دفتر کارروائی کرے گا، تو شکایت نہ کریں۔" اسرائیلی حکومت کے ایک سینئر اہلکار نے کہا، "اس ٹویٹ نے ہمیں بہت حیران کیا۔"

کریم خان کے ارادوں پر اسرائیل میں خدشات اس وقت بڑھ گئے جب اسرائیلی حکومت نے میڈیا پر افشا کیا کہ اس کا خیال ہے، عالمی عدالت کا پراسیکیوٹر نیتن یاہو اور یوو گیلنٹ جیسے دیگر سینئر حکام کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ طلب کرنے پر غور کر رہا ہے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس نے خان اور ان کے دفتر میں موجود دیگر اہلکاروں کی ای میلز، اٹیچمنٹ اور ٹیکسٹ پیغامات کو "پڑھ" لیا تھا۔ یہی پس منظر تھا کہ نیتن یاہو نے عوامی بیانات کا ایک سلسلہ جاری کیا جس میں خبردار کیا گیا کہ گرفتاری کے وارنٹ کی درخواست آسکتی ہے۔ اس نے "آزاد دنیا کے رہنماؤں پر زور دیا کہ وہ عالمی عدالت جرائم کے خلاف مضبوطی سے کھڑے ہوں" اور "اس خطرناک اقدام کو روکنے کے لیے اپنے اختیار میں تمام ذرائع استعمال کریں"۔ اس نے مزید کہا: "اسرائیل کے رہنماؤں اور فوجیوں کو جنگی مجرم قرار دینے سے سام دشمنی کی آگ پر جیٹ ایندھن ڈالا جائے گا۔" واشنگٹن میں سینئر امریکی ریپبلکن سینیٹرز کے ایک گروپ نے پہلے ہی خان کو دھمکی آمیز خط بھیجا تھا جس میں واضح تنبیہ کی گئی تھی:

"اسرائیل کو نشانہ بنایا تو ہم آپ کو نشانہ بنائیں گے۔"

برطانیہ سے تعلق رکھنے والے کریم خان نے مگر سپر پاور امریکا کی جانب سے آنے والے دباؤ کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے اور آخرکار وہ انسانیت دشمن اسرائیلی لیڈروں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اپنی جنگ کا آغاز کر دیا۔ یہ لڑائی مگر بہت طویل ہے اور اس کا نتیجہ بھی واضح نہیں۔ اس کے باوجود عالمی عدالت جرائم داد وتحسین کی مستحق ہے کہ وہ مغربی طاقتوں کو کسی حد تک قانونی کارروائیاں کر رہی ہے۔ شاید اس کی مہم سے خصوصاً اہل فلسطین اور اہل مقبوضہ کشمیر کے لیے کوئی اچھا نتیجہ برآمد ہو جائے۔ ●

ڈھلتے سورج کی کرنوں میں سنہرا دکھائی دینے والے الحمرا محل کا نظارہ بھولتا نہیں

غرناطہ میں مسلم حکمرانی کا خاتمہ 2 جنوری 1492 کو ہوا جب آخری حکمران ابوعبداللہ محمد ثانی نے ہتھیار ڈالے، اس کے ساتھ ہی سپین میں مسلم حکمرانی کا سورج غروب ہوگیا۔ اسپین کا دلچسپ سفرنامہ

تحریر: عاطف ملک

پانچویں قسط

ہم دریائے درو کے ساتھ ساتھ اوپر کو چڑھتے رہے، البیسین کا علاقہ ہمارے بائیں جانب تھا جبکہ دریا دائیں جانب تھا۔ البیسین کے علاقے سے سامنے پہاڑی پر الحمرا کا محل نظر آتا تھا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ البیسین کی پہاڑی کی چوٹی، جس کی جانب ہم پیدل جا رہے تھے، وہاں سے مخالف پہاڑی جس پر الحمرا واقع ہے وہاں سورج غروب کا منظر قابل دید ہے۔ سورج الحمرا کے عقب میں ہوتا ہے اور سورج کی سرخی الحمرا کے حسن میں ایک عجب اضافہ کرتی ہے، سو ہم اس مقام کی جانب پیدل چڑھتے جا رہے تھے۔

راہ میں البیسین کی مختلف گلیوں کی تصاویر اتارتے رہے کہ کہتے ہیں کہ ایک تصویر ہزار الفاظ کے برابر ہے۔ مسافر کے خیال میں تو ایسا نہیں ہے، یہ مقام مقام کی بات ہے۔ کہیں تصویر الفاظ پر بھاری ہو جاتی ہے مگر بعض جگہ پر الفاظ کو تصویر پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ خیر ہم البیسین کی گلیوں کی تصویریں اتارتے رہے کہ وہ قابل دید و یادگار تھیں۔

چڑھائی چڑھتے ہوئے نقشہ پر نظر رکھی تھی، بکھرا تے تاریخی مقامات بکھرے ہیں کہ وقت کی کمی کے باعث ہر جگہ نہیں جا سکتے تھے۔ ہمیں سورج غروب ہونے سے پہلے پہاڑی پر اس مقام پر بھی پہنچنا تھا جس سے سامنے سے الحمرا کا منظر نظر آتا ہے، اس جگہ کو میراڈور ڈی سان نکولاس کہتے ہیں۔ راستے میں ہم دو جگہ رکے، پہلی قرطبہ پیلس کہلاتی ہے، جبکہ دوسرا مقام چھپز ہاؤس ہے جو کہ کسی عرب رئیس کا گھر تھا۔

قرطبہ پیلس ایک محل کی باقیات سے بنایا گیا ہے جو کسی اور جگہ تھا اور تباہ کر دیا گیا۔ جو آثار قدیمہ بچ گئے تھے، انہیں اس جگہ پر لا کر اس عمارت کو قائم کیا گیا ہے۔ عمارت میں خوبصورت لکڑی کا کام ہے جو زمانہ قدیم کے دستکاروں کی مہارت دکھاتا ہے۔ خوبصورت باغ، صحن اور فوارے عمارت کے اردگرد ہیں۔

قرطبہ پیلس سے نکلے اور دوبارہ اوپر کو جاتی سڑک پر چل پڑے۔ راہ میں کئی خوبصورت عمارات اور خوبصورت چہرے دکھائی دے رہے تھے۔ آگے چلے تو انسٹی ٹیوٹ آف عربی سٹڈیز دکھائی دیا جو کہ چھپز ہاؤس کی اوپر کی منزل میں قائم ہے۔ یہ گھر کسی عرب رئیس کا تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ اور اس کا خاندان غرناطہ کی شکست کے بعد اپنی جان بچانے کے لیے عیسائی ہو گئے۔ اس کا خوبصورت باغ ہے جبکہ دو منزلہ عمارت کی پہلی منزل میں عربی کا متعلقہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ ہے، جس کا تعلق یونیورسٹی آف غرناطہ سے ہے۔ اس مکان سے الحمرا اور البیسین کا خوبصورت منظر نظر آتا ہے۔

اس تاریخی گھر سے نکل کر اپنی منزل کی جانب چل پڑے، وہ پہاڑی مقام جس سے الحمرا اور غروب آفتاب کا منظر دیکھنا تھا۔ پتہ لگا کہ اس مقام کے ساتھ ایک مسجد مسلمانوں نے پیسہ اکٹھا کر کے بنائی ہے، سو خیال تھا کہ وادی اندلس میں کسی مسجد میں نماز پڑھنے کو موقع بھی مل جائے گا۔ البیسین کی گلیوں میں ہم چڑھائی چڑھتے جاتے تھے اور اکثر موڑ پر دوسری چوٹی پر الحمرا کا محل نظر آتا تھا۔

بالآخر ہم ڈھونڈتے ڈھونڈتے مطلوبہ جگہ پہنچ گئے، گو ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا مگر سیاحوں کی ایک بڑی تعداد وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ یہ جگہ الحمرا کے بالکل مقابل تھی، سو الحمرا شام ہوتی دھوپ کی لہروں میں سنہرا نظر آتا تھا۔ ہم نے اس حسن کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اس مقام کے بالکل ساتھ مسجد تھی جس کے صحن سے بھی بہت سے لوگ الحمرا کی تصاویر اتار رہے تھے۔ یہ ایک نئی مسجد بنی ہے جس میں اندلس کے طرز تعمیر کو اپنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مسافر نے دو رکعت شکرانے کے ادا کیے کہ ایک زندگی کی بڑی خواہش پوری ہوئی۔ عصر اور مغرب کی نمازیں یہیں ادا کیں۔ دیکھا کہ مسجد کے نماز کے اوقات بتانے والا بورڈ پاکستان کی مساجد میں لگے بورڈوں کی مانند تھا۔ غور کیا تو اردو بھی لکھی تھی، لازم ہے کہ پاکستان سے کوئی لایا ہوگا۔ مختلف لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ بیلجیم سے آیا ایک عرب عادل تھا جو پناہ گزینوں کے لیے کام کرتا ہے۔ ایک سویڈش نو مسلم پیٹر تھا جو فرانسیسی زبان کا سکول میں استاد ہے اور تقریباً دس سال پہلے جوانی میں مسلمان ہوا تھا۔ برطانیہ سے ایک پاکستانی نژاد لڑکا فائق تھا جس نے ابھی میڈیکل کی تعلیم مکمل کی تھی اور تعلیم مکمل کرتے ہی اس تاریخی ورثے کو دیکھنے آیا تھا۔ ایک عمر رسیدہ پاکستانی برطانیہ سے ایک صوفی سلسلے کے ساتھ آئے تھے۔ اس گروپ میں مختلف اقوام کے مسلمان تھے جبکہ ان کا رہنما ایک سکاٹش گورا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد اس گروپ نے اپنی ذکر کی محفل مسجد میں ایک جانب لگائی۔ سب لوگ اپنے انداز میں ماضی سے تعلق جوڑ رہے تھے۔

مسجد کے صحن سے الحمرا اور غرناطہ شہر کی کچھ تصاویر کھینچیں۔ رات پڑی تو الحمرا کی لائٹیں جل اٹھیں اور ایک اور منظر نظر کے سامنے تھا۔ کچھ دیر بعد الحمرا کی روشنیاں گل ہوئیں اور سیاح واپسی کے سفر کو روانہ ہوئے۔ ایک لمبی اترائی اب اترنا تھی۔

غرناطہ پر غور کرتے ہوئے سپین کی تاریخ پر پہلے تھوڑی نظر ڈالتے ہیں۔ سپین میں مسلم حکومت 711 عیسوی سے 1492 عیسوی تک تقریباً لگ بھگ آٹھ سو سال رہی۔ اس دور کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جس میں کچھ وقت امن کے گزرے اور بعض میں مسلسل باہمی لڑائی اور خانہ جنگی رہی۔

سپین میں اموی خلافت کے 1013 عیسوی میں ٹوٹنے کے بعد مسلم سپین کے کئی ٹکڑے ہو گئے اور مختلف خاندان حکومت کرنے لگے۔ یہ دور پڑوسی عیسائی حکمرانوں کے ساتھ ساتھ مسلمان حکمرانوں کی باہمی جنگوں کا تھا۔ نتیجتاً مسلمان شکست کھا کر اپنے علاقے عیسائی حکمرانوں کے ہاتھ دیتے رہے۔ 1236 عیسوی میں قرطبہ کی فرڈیننڈ سوم کے ہاتھوں شکست کے بعد غرناطہ کا واحد علاقہ مسلم حکمرانی میں بچا۔ اس حکمرانی کا خاتمہ 2 جنوری 1492 کو ہوا جب فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا کے لشکر کے سامنے بنو نصر کے آخری حکمران ابو عبداللہ محمد ثانی نے ہتھیار ڈال کر غرناطہ کا شہر ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سپین میں مسلم حکمرانی کا سورج غروب ہو گیا۔

سپین میں مسلم حکمرانی کا دور درج ذیل ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ابتدائی اموی خلافت، 711 عیسوی سے 756 عیسوی:

سات سو گیارہ عیسوی میں طارق بن زیاد کی سپہ سالاری میں تقریباً سات ہزار کا لشکر جو زیادہ تر بربر النسل مسلمانوں پر مشتمل تھا، آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے سپین پر حملہ آور ہوا تھا۔ یہ آبنائے بحر اوقیانوس کو بحر روم سے ملاتی ہے اور تقریباً 14 کلومیٹر کا بحری فاصلہ سپین اور مراکش کو جدا کرتا ہے۔ اس کے بعد اور مہمات بھی آئیں اور سپین کے علاقے فتح کیا جانے لگے، یہاں پر متعین کیے جانے والے امیر دمشق میں خلیفہ کو جوابدہ تھے۔

خود مختار امارت، 756 عیسوی سے 929 عیسوی:

عباسیوں نے جب امویوں کو شکست دی تو اموی شہزادہ عبدالرحمان اول بھاگ کر سپین پہنچا اور اشبیلیہ پر فتح حاصل کی اور اس وقت کے امیر اندلس کو قرطبہ کے مقام پر شکست دے کر قرطبہ کی امارت کا آغاز کیا۔ یہ تقریباً دو سو سال تک ایک منظم، خود مختار اور خوشحال سلطنت کا آغاز تھا۔

خلافت قرطبہ، 929 عیسوی سے 1013 عیسوی:

عبدالرحمن سوم نے اپنا خلیفہ ہونے کا اعلان کیا اور خلافت قرطبہ کی بنیاد رکھی۔ اس خلافت کا دارالحکومت قرطبہ تھا جبکہ غرناطہ اس دور میں ثانوی حیثیت میں تھا۔

دور طوائف الملوکی، غرناطہ پر بنو زیری کی حکومت، 1013 عیسوی سے 1090 عیسوی:

گیارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں قرطبہ کی اموی خلافت کا زوال ہوا، جس کے بعد اندلس کے مختلف علاقوں میں سرداروں نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ ان علاقوں کو طائفہ کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ مسلم سردار اپنی سلطنت بچانے اور بڑھانے کے لیے آپس میں لڑتے رہتے تھے اور اس کی خاطر پڑوس کے عیسائی سرداروں سے بھی مدد لیتے رہتے تھے۔ اس دور میں غرناطہ پر زیریون یا بنو زیری نے حکومت کی۔ یہ الجزائر میں رہنے والے صنہاجہ بربر قبیلہ تھا، اس کے چار بادشاہوں نے غرناطہ پر حکومت کی۔

المرابطون والموحدون 1090 عیسوی سے 1231 عیسوی:

المرابطون مراکش کا بربر قبیلہ تھا جس نے 11 عیسوی میں مراکش میں اپنی سلطنت قائم کی تھی۔ المرابطون کے حکمران یوسف بن تاشفین کو اندلس کے طائفے کے امیروں نے مدد کے لیے بلایا تھا۔ 1086 عیسوی میں یوسف بن تاشفین نے مراکش سے آ کر معرکہ الزلاقہ میں عیسائی بادشاہ الفانسو ششم کو شکست دے کر اندلس میں اسلامی سلطنت کو مضبوط کیا تھا، مگر وطن میں کچھ شورشوں کی وجہ سے یوسف بن تاشفین کو واپس مراکش جانا پڑا۔ 1090 عیسوی میں وہ دوبارہ حملہ آور ہوا اور زیادہ تر طائفوں کو شکست دے کر اندلس میں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

الموحدون ایک بربر تحریک تھی جس کے بانی ایک بربر مذہبی رہنما عبداللہ محمد ابن تومرت تھے۔ انہوں نے 1147 عیسوی میں مراکش میں المرابطون کی حکمرانی کو شکست دی اور 1172 میں اندلس میں بھی اپنی حکمرانی قائم کی۔

تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اندلس میں مسلمان حکمرانوں کی آپس کی لڑائیوں نے ان کی طاقت کو کمزور کر دیا تھا، جبکہ نزدیکی سلطنت ارگون اور قشتالہ کے عیسائی حکمران طاقتور ہو گئے تھے۔ الموحدون کی 16 جولائی 1212 کو معرکہ العقاب کی جنگ میں عیسائی متحدہ افواج کے ہاتھوں شکست نے سپین پر مسلم حکمرانی کے خاتمے کی ابتدا کی تھی۔ معرکۃ العقاب کو Battle of Las Navas de Tolosa بھی کہتے ہیں۔

بنو نصر، غرناطہ کی امارت، 1238 عیسوی سے 1492 عیسوی:

بنو نصر اندلس میں آخری مسلم حکومت تھی۔ اس کا بانی ابو عبداللہ محمد ابن یوسف ابن نصر تھا جو ابن نصر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس غیر یقینی دور کا ایک بڑا موقع پرست تھا جس نے موقع کی مناسبت سے پڑوسی عیسائی بادشاہوں سے بھی اپنی حکمرانی کے لیے دوسرے مسلمانوں کے خلاف مدد لی۔

قرطبہ جو غرناطہ سے اس زمانے میں اونچا مقام رکھتا تھا، وہاں کا سلطان ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ہود جس کا لقب المتوکل علی اللہ تھا اور وہ ابن ہود کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ابن ہود الموحدون کے وقت اندلسی شہر مرسیہ کا گورنر تھا اور بعد میں اُس نے بغاوت کر کے اپنی امارت کا اعلان کر دیا۔ 1231 عیسوی میں ابن ہود کی افواج کو عیسائی افواج نے ہسپانوی شہر جیریز کے قریب شکست دی اور اس کا اقتدار کمزور ہو گیا۔ اسی دوران ابن نصر نے غرناطہ میں اپنی امارت کا اعلان کر دیا۔ ابن ہود نے 1234 عیسوی میں ابن نصر کو شکست دی مگر 1236 عیسوی میں ابن ہود نے فرڈیننڈ سوم کے ہاتھوں شکست کھائی جس کے بعد قرطبہ کا شہر عیسائی تسلط میں چلا گیا۔ ابن نصر نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غرناطہ میں اپنی سلطنت قائم کر لی۔ اب پورے اندلس میں صرف ایک علاقہ یعنی غرناطہ مسلمانوں کے زیر انتظام باقی رہا۔ ابن ہود 1238 میں قتل کر دیا گیا تھا۔

ابن نصر نے فرڈیننڈ سوم سے باج گذاری کا معاہدہ قائم کیا جس کے لحاظ سے ابن نصر سالانہ ایک لاکھ پچاس ہزار اشرفیاں بطور خراج ادا کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ فرڈیننڈ کی کسی بھی عسکری مہم میں ابن نصر کو فوجی فراہم کرنے تھے۔ اس معاہدے کے بعد غرناطہ کو امن میسر آیا اور یہ ابن نصر ہی ہے جس نے الحمرا کی بنیاد رکھی۔ الحمرا کو بنی نصر کے بعد میں آنے والے سلاطین نے مزید نکھارا، ان میں یوسف اول اور محمد پنجم قابل ذکر ہیں۔

ابن نصر مئی 1238 میں غرناطہ میں حکمران بن کر داخل ہوا اور اس نے البیسین کے علاقے میں بنے بنو زیری کے زمانے کے محل اور قلعہ میں رہائش اختیار کی۔ کچھ عرصے بعد اُس نے صبیکا پہاڑ پر محل بنانے کا حکم دیا۔ ایک سال میں ایک قلعہ تیار تھا جس میں پانی لے جانے کے لیے ڈیم اور نہر بنائی گئی تھی۔

الحمرا کا نام قلعۃ الحمرا یعنی سرخ قلعہ سے نکلا ہے، حمر عربی میں سرخ کو کہتے ہیں۔ گمان ہے کہ شاید یہ نام اس عمارت کی سرخ اینٹوں کی وجہ سے دیا گیا تھا، مگر اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر کا پتھر سفید تھا جیسا کہ البیسین کے اکثر گھروں کی تعمیر میں استعمال ہوئے ہیں۔ اُس دور کے وزیر اور تاریخ دان ابن الخطیب کی تحریر کے مطابق سرخ رنگ رات کو اس محل میں جلائے گئی شمعوں کے اثر سے نظر آتا تھا، جس کی بنیاد پر البیسین اور نزدیکی علاقوں کے رہائشی اسے الحمرا کے نام سے پکارنے لگے۔ ابن الخطیب کی شاعری الحمرا کی دیواروں پر آج بھی لکھی نظر آتی ہے۔ ابن الخطیب کی کتاب ''الاحاطہ فی اخبار غرناطہ'' 1369 عیسوی میں لکھی گئی تھی۔ ابن الخطیب اندلس کی محلاتی سازشوں کا شکار ہوا اور فرار ہو کر مراکش کے شہر فاس میں پناہ لی، مگر وہاں بھی مخالفین کے زیر اثر موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ابن الخطیب کی موت کو اُس کے ہم عصر، دوست اور سکالر ابن خلدون نے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ابن خلدون گو کہ تیونس میں پیدا ہوئے مگر انہیں اندلسی نسل سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ انکا خاندان اندلس میں اعلیٰ مقام رکھتا تھا۔ یہ خاندان اشبیلیہ کی 1248 عیسوی میں عیسائی فتح کے بعد سپین چھوڑ کر تیونس ہجرت کر گیا تھا۔

سفرنامہ دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

رات غرناطہ کی اونچائی سے اترے اور اگلے دن کی تیاری کی کہ صبح صبح الحمرا پہنچنا تھا۔ الحمرا کھلنے کا وقت 9 بجے تھا اور ہمیں کمرے سے ساڑھے سات نکلنا تھا۔ الحمرا تک جانے کے لیے پیدل راستہ بھی ہے مگر وہ کافی تھکا دینے والا ہے کہ مسلسل چڑھائی ہے اور اس کے بعد محل کی سیر کا لطف بھی جاتے رہے گا۔ سو ہم نے غرناطہ کے چوک سے بس لینی تھی جو کہ الحمرا لے کر جاتی ہے۔

صبح ساڑھے چھ بجے اٹھ گئے۔ رات انڈے اور ڈبل روٹی خرید لائے تھے سو ناشتہ بنایا۔ نمک نہ تھا، سو زیتون ملا کر انڈوں کا ذائقہ نمکین کیا۔ ناشتہ کر کے غرناطہ کے اُس چوک کو چل پڑے جس کے ساتھ الحمرا جانے کے لیے بس کا سٹاپ واقع ہے۔ اس چوک کے درمیان میں ملکہ ازابیلا کا بت ہے جس کے سامنے کرسٹوفر کولمبس کچھ کاغذات پیش کر رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ انڈیا ڈھونڈنے کی سمندری مہم کی تفصیل ہے جس کا خرچہ ملکہ ازابیلا نے اٹھایا تھا۔ اس مہم کے نتیجے میں امریکہ دریافت ہوا۔ یہ پیسہ غرناطہ کی شکست کے مال غنیمت کا ثمر تھا۔

ہم بس پر سوار ہو کر الحمرا پہنچ گئے۔ داخلے پر لمبی لائن تھی۔ ہم نے آن لائن ٹکٹ خریدا ہوا تھا ورنہ بہت دیر لگ جاتی، پھر بھی داخل ہوتے ساڑھے نو بج گئے۔ ہم داخل ہوئے تو سب سے پہلے ایک خوبصورت باغ تھا جس میں سے پانی کی گذرگاہ بنی ہوئی تھی۔ باغ بڑی اچھی طرح سنبھالا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں اس جگہ پر شاہی قبرستان بھی تھا جس کی کوئی نشانی اب باقی نہیں ہے۔

باغ سے آگے کو چل نکلے۔ پرانی طرز تعمیر کی اینٹوں کا راستہ ایک قوس کے نیچے سے نکل کر آگے جا رہا تھا۔ یہ راستہ بنو نصر کے محل، القصبہ یعنی الحمرا کے اندر فوجی چھاؤنی اور عیسائی فتح کے بعد الحمرا میں بنائے گئے کارلوس پنجم کے محل کی طرف جا رہا تھا۔

الحمرا کے مرکزی داخلے سے آئیں تو باغ کے بعد سب سے پہلا حصہ مدینہ کا ہے۔ مدینہ شہر کو کہتے ہیں، سو یہ آبادی کا حصہ تھا جہاں ملازمین اور عمائدین کی رہائش گاہیں تھیں۔ اب اس آبادی کے صرف کھنڈر باقی ہیں، لیکن یہ کھنڈرات اُس زمانے کی گلیوں اور گھروں کی تعمیر پر روشنی ضرور ڈالتے ہیں۔

الحمرا کے اندر سیاحوں کے لیے ایک ہوٹل رہائش کے لیے بھی موجود ہے، اس کا نام پراڈور سان فرانسسکو ہے۔ سپین پھرتے ہوئے اندازہ ہوا کہ امریکہ کے کئی شہروں کے نام سپین کے علاقوں پر ہیں۔ اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے کہ امریکہ کی دریافت کولمبس کے ذریعے ہسپانوی جہاز رانوں نے کی تھی۔ ابھی بھی جنوبی امریکہ کے زیادہ تر ممالک میں ہسپانوی بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ریاست ہائے امریکہ کے موجودہ علاقوں میں بھی سپین نے اپنی آبادیاں برطانوی آبادکاروں سے پہلے بنائی تھیں جن کے نام ابھی بھی ہسپانوی ہیں۔

الحمرا اونچائی پر ہونے کے باعث یہاں پیدل چلنے میں بھی اونچائی اور اترائی سے واسطہ پڑتا ہے۔ مسافر کو ذہنی طور پر تیار ہو کر آنا چاہیے کہ پورے الحمرا کی سیر کم از کم پانچ سے چھ گھنٹے لے جاتی ہے۔

ہوٹل سان فرانسسکو سے آگے نکلے تو الحمرا کی شاہی مسجد کے حمام آ گئے۔ یہ گرم حمام وضو خانے اور غسل کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ ان میں گرم پانی اور بھاپ کا انتظام اُس دور کی صناعی اور ایجاد کا مظہر ہے۔ یہ گرم حمام سلطان محمد سوم، جس کا دور حکومت 1302 عیسوی سے لے کر 1309 عیسوی تک تھا، کے دور میں بنائے گئے تھے۔

اس حمام میں ایک کمرہ کپڑے بدلنے کے لیے بنا تھا، ایک گرم حمام کا کمرہ ہے جس میں بھاپ لانے کا انتظام کیا گیا تھا، جبکہ ایک کمرہ ٹھنڈے پانی کا بھی ہے۔ ان کمروں کی چھتوں پر قدرتی روشنی کے لیے ستاروں کی شکل کے روزن بنائے گئے تھے۔ ایک طرف اوپر والی منزل پر ایک برآمدہ بھی ہے۔ حمام کے درمیان میں جگہ چھت کے بغیر تھی جس کے ایک طرف ایک پتھر کی بڑی سے مستطیل ساخت تھی جس میں پانی گرنے کی راہ بنی تھی، شاید یہ جگہ وضو کے لیے استعمال ہوتی ہو۔

حمام میں ستون اور قوس کی شکل کی محرابیں ہیں۔ اتنی صدیوں کے بعد بھی اینٹیں اور مٹی کا گارا مستحکم کھڑا ہے۔ دیواروں پر سے نقش و نگار اتر گئے ہیں، مگر ایک جگہ کچھ بچے کھچے آثار اب بھی باقی ہیں۔ ایک دیوار پر عربی خطاطی بھی ابھی تک موجود ہے، اللہ کے سوا کوئی غالب نہیں، یہ بنو نصر کا شاہی قول ہے جو کہ الحمرا کی دیواروں پر اکثر جگہ پر بعد میں لکھا نظر آیا۔ ایک جگہ گمان ہے کہ ''الفاتح الا اللہ'' بھی لکھا ہوا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی طاقتور نہیں مگر اندلس کی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ اللہ کے انتظام کے قوانین اپنی جگہ پر متعین ہیں اور وہ کسی قسم کی مذہبی ترجیح نہیں دیتے۔ اعمال کی بنیاد پر ترقی اور تنزلی کے اصول عالمی ہیں۔

اسی لیے وضو گاہ تو باقی ہے مگر مسجد مٹ چکی ہے۔ مسجد گرا کر آج وہاں پر سینٹ ماریا کا گرجا کھڑا ہے۔ (جاری ہے)

سجتے ہیں کیا خوب بدیسی پہناوے

[illegible]

[illegible]

قراردادِ مقاصد اور عمرانی معاہدے

کیا قائد اعظم ہمیں اسی راستے پر گام زن کرنا چاہتے تھے؟

محمد رائد خاں

نوع انسانی کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، یعنی قدیم، وسطی اور جدید۔ عہد قدیم اور وسطی دور کا تو یہ معاملہ رہا ہے کہ سلطنتوں اور ریاستوں کی بنیاد ''طاقت'' پر رکھی جاتی تھی لیکن جس دور کو ''جدید'' گردانا جاتا ہے اور جس کی ابتدا کچھ یورپی مورخین کے نزدیک انقلاب فرانس سے کچھ برس قبل اور پھر بعدازاں اس سے شروع ہوتی ہے۔ اس عہد کے یورپ میں ''سیاسی شعور'' کی تشہیر سے عوام بادشاہتوں کے خلاف متحرک ہو چکی تھی۔ ان ہی تحریکوں میں جن کی فکری قیادت روسو اور والٹیئر جیسے فلسفی کر رہے تھے، ریاست اور سلطنت کی تشکیل کے متعلق ''عمرانی معاہدے'' کا تصور پروان چڑھا۔ عمرانی معاہدے کا تصور صرف یورپ سے اور انقلاب فرانس کے سالوں سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا کے بیشتر حصوں میں اور تقریباً ہر عہد میں ہی ایسے فلسفی اور مفکر پیدا ہوتے رہے جو منفرد نوعیت کے عمرانی معاہدوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ وہ چاہے افلاطون و ارسطو ہوں، ابن خلدون و ابن رشد یا ہندوستان کے کوٹلیہ چانکیہ، جنھوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''ارتھ شاستر'' میں عمرانی معاہدوں کے متعلق لکھا ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

''امن، صلح اور ملاپ حکم رانوں کے باہمی اعتبار کے مظہر اور بنیادی طور پر ایک ہی مفہوم رکھنے والے الفاظ ہیں۔ میرے استاد فرماتے ہیں کہ قسم اور خلوص کی بنیاد پر کی گئی صلح ٹوٹ سکتی ہے، لیکن یرغمال یا ضمانت پر بنیاد رکھنے والی صلح قائم رہتی ہے، لیکن مجھ کو اس سے اتفاق نہیں ہے کیوں کہ جو صلح قسم اور خلوص پر مبنی ہو وہ نہ اس جنم میں ٹوٹ سکتی ہے اور نہ اگلے جنم میں، جب کہ ضمانت اور یرغمال صرف اس جنم میں صلح کے معاہدے کو قائم رکھنے کے لیے درکار ہوتے ہیں۔''

گو یہ اقتباس عمرانی معاہدے کے حوالے سے مبہم ہے لیکن اگر سطور بالا کو رد تشکیل (deconstruct) کیا جائے تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ کوٹلیہ کے نزدیک بھی کوئی معاہدہ چاہے وہ حکومت و ریاست سے متعلق ہو یا معیشت و اقتصاد سے منسلک ہو، اگر طاقت و جبر کے زور پر قائم کیا جائے تو درست نہیں ہے۔ یعنی چانکیہ کے ذہن میں بھی یہی تصور جاگزیں تھا جو بعدازاں روسو کی کتاب میں ہمیں ملتا ہے۔ فرانسیسی فلسفی ژاں ژاک روسو اپنی کتاب ''معاہدۂ عمرانی'' میں اپنے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مسئلہ یہ ہے کہ اجتماع کی کوئی ایسی شکل پیدا کی جائے، جس میں تمام قوت اجتماعی کے ذریعے ہر شریک کی جان و مال کی حفاظت ہو سکے اور جس کی بنا پر گو یا ہر شخص کل میں شریک ہو، تاہم وہ خود صرف اپنی تابع داری کر سکے اور اس کی وہی آزادی برقرار رہے جو اسے پہلے حاصل تھی۔ یہ وہ بنیادی مسئلہ ہے جس کا حل معاہدۂ عمرانی پیش کرتا ہے۔''

یہ ہے وہ تصور جس کی گھن گھرج انقلاب فرانس کے بعد پورے عالم میں گونجتی رہی ہے اور اب تو صورت حال یہ ہے کہ ماسوائے کچھ کے، ہر جدید ریاست اسی تصور پر قائم ہے۔ جدید عہد میں عمرانی معاہدے کو ''آئین'' یا ''دستور'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ البتہ، زیر نظر مضمون میں عمرانی معاہدے پر بحث کرنا موضوع نہیں ہے بلکہ ایک اہم فکری و تاریخی بحث کی خاطر مذکورہ بالا اور ذیلی سطریں لکھی جارہی ہیں، جو پاکستان کے دیرینہ و پرانے قصے یعنی ''شناخت کے بحران'' کا ہی حصہ ہے۔ یہ بحث قرارداد مقاصد سے متعلق ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اس قرارداد کو حضرت جناح کے ''افکار و اقوال'' کے منافی قرار دیا جارہا ہے جب کہ دیگر اس کے برعکس کہہ رہے ہیں کہ یہ عین حضرت جناح کے ''افکار'' کا پرتو ہے۔ حقیقت کیا ہے؟ یہی سوال زیر غور اور موضوع سخن ہے۔

قرارداد مقاصد پر ورق ریزی سے پہلے یہ بہتر ہے کہ مذکورہ قرارداد کا متن پیش کر دیا جائے۔ اسی لیے ذیل میں قرارداد مقاصد کا متن درج ہے:

''چوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا، وہ ایک مقدس امانت ہے؛ چوں کہ پاکستان کے جمہور کی منشاء ہے کہ ایک ایسا انظام قائم کیا جائے؛ جس میں مملکت اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی؛ جس میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پوری طرح عمل کیا جائے گا؛ جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں؛ جس میں قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں؛ جس میں وہ علاقے جو اس وقت پاکستان میں شامل یا ضم ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو بعدازاں پاکستان میں شامل یا ضم ہوں، ایک وفاق بنائیں گے جس میں وحدتیں اپنے اختیارات و اقتدار پر ایسی حدود اور پابندیوں کے ساتھ جو مقرر کر دی جائیں، خود مختار رہوں گی؛ جس میں بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے تابع حیثیت اور مواقع میں مساوات، قانون کی نظر میں برابری، معاشرتی، معاشی اور سیاسی انصاف اور خیال، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور اجتماع کی آزادی شامل ہوگی؛ جس میں اقلیتوں اور پس ماندہ اور پست طبقوں کے جائز مفادات کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا؛ جس میں عدلیہ کی آزادی پوری طرح محفوظ ہوگی؛ جس میں وفاق کے علاقوں کی سالمیت، اس کی آزادی اور زمین، سمندر اور فضاء پر اس کے جملہ حقوق کی حفاظت کی جائے گی؛ تاکہ اہل پاکستان فلاح و بہبود حاصل کر سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور بین الاقوامی امن اور بنی نوع انسان کی ترقی اور خوش حالی میں اپنا پورا حصہ ادا کر سکیں۔''

قرارداد مقاصد کی تیاری میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے لیاقت علی خان کا ساتھ دیا اور یوں اس قرارداد کا متن وجود پذیر ہوا۔ اس متن کا مطالعہ کرتے ہوئے یہی خیال ذہن میں در آتا ہے کہ دونوں بزرگ ریاست کو اسلام کا ''ملبوس مقدسہ'' اُڑھا کر گویا ریاست مدینہ کی تجدید کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کیا جناح بھی یہی چاہتے تھے؟ کیوں کہ وہ 11 ستمبر کو اپنی تقریر میں بڑی ہی وضاحت سے قوم کو سمجھا گئے تھے کہ پاکستان کی بنیاد ''برابری'' کے اصول پر رکھی جائے گی اور تمام افراد کو بلاامتیاز مذہب، نسل، رنگ و قوم ریاست پاکستان کا

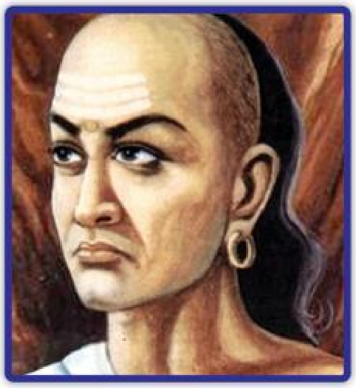

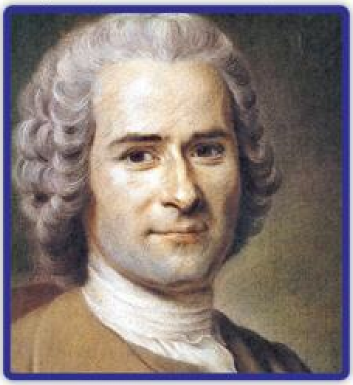

''مساوی شہری'' سمجھا جائے گا۔ بابائے قوم تو ہمیں صحیح راہ پر گام زن کر رہے تھے مگر ان کے جانشینوں نے ہمیں ایسے راستے پر لگا دیا جو ہماری تباہی کو آپ دعوت دینے کے مترادف ہے۔

بہرحال، آخری بات جو میں کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ جدید سیاسیات کی روشنی میں اور عمرانی معاہدات کے مروجہ تصور کی بنیاد پر ''قرارداد مقاصد'' قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ کسی بھی سماج میں تمام طبقات کو برابری کے اصول پر تسلیم کرتے ہوئے، ان کی مرضی و منشاء کے مطابق جو معاہدہ ریاست کی تشکیل کے لیے ترتیب دیا جائے صرف اسے ہی صحیح طور پر ''عمرانی معاہدہ'' کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ اس بات کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ریاست کی تشکیل بھی ایک کاروبار ہے اور جیسے ہر کاروبار کو شروع کرنے کے لیے فریقین کی بلاامتیاز مذہب و قوم برابری تسلیم کی جاتی ہے، اسی طرح آئین تشکیل کرتے وقت بھی اس اصول کی پابندی کرنا ہر مہذب سماج و ریاست پر فرض ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو ایسے دستور کو سب کچھ کہا جاسکتا ہے لیکن وہ عمرانی معاہدہ ہرگز نہیں ہے۔ ●

The Objectives Resolution
In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful

خارش کا فرشتہ

سید عارف مصطفیٰ

اس میں کیا شک ہے کہ شرافت کے قرینے سے کیے جاسکنے والے اکثری کام زیادہ تسکین بخش نہیں ہوتے لیکن خارش ان سے قطعی مستثنیٰ ہے۔ کل عالم انسانیت تو کیا دنیائے حیوانیت بھی اس کے نرغے میں ہے آپ نے بارہا گائے بیل اور انسانوں کو یکساں انداز میں کھجاتے دیکھا تو ہوگا۔ یوں ایک کھجلی ہے جو دونوں طرح کے جان وروں کو ایک پیج پہ لے آتی ہے۔ تاہم اس عمل کا ایک خاص و نرالا پہلو یہ ہے کہ سبھی اس سے نجات پانا چاہتے ہیں مگر مزہ بھی سبھی لیتے ہیں۔

اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ وہ چار چیزیں جنھیں مفت کا سرور دینے کی خصوصی توفیق بخشی گئی ہے ان میں پہلی تو نیند ہے اور دوسری خارش ہے جب کہ تیسری اور چوتھی چیز بھی خارش ہے۔ ان میں اعضائے رئیسہ کی خارش کا مقام بلندتر ہے جو کہ گاہے رئیسانہ نشاط سے ہم کنار کر جاتی ہے کہ اس میں دست درازی کا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ یوں تو خارش بدنی سائنس کا عمل ہے لیکن اچانک بھری محفل میں اس کی نوبت آجائے تو پھر پوشیدگی کے خاص اہتمام اور حصول تسکین کے مقاصد کو بیک وقت ممکن بنا سکنے کی جدوجہد، اس کا رتبہ خصوصی آرٹ سے جا ملاتی ہے۔

عام تجربے کی بات ہے کہ جو کام بار بار کیا جائے تو اس کا کیف پھیکا پڑ جاتا ہے، اچھے سے اچھا کھانا ہو کہ گانا، ہمیشہ و مسلسل لطف نہیں دے پاتا مگر یہ عجب خاصیت بھی فقط خارش ہی کو ودیعت ہوئی ہے کہ ہر بار پہلے سے بڑھ کے مزہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خارش ہی وہ واحد طولانی کام ہے جو ہر بار پہلے سے بڑھ کے دل جمعی سے کیا جاتا ہے۔ دیکھا جائے تو خارش ایک طرح کی ورزش بھی ہے کیوں کہ اس کی بنیاد ہی دھر رگڑا ہے اور وہ بھی انتھک، وافر و مسلسل۔

بلاشبہ یہ خارش ہی ہے جو کسی کو خوش نصیبی اور بدنصیبی کے ذائقے بیک وقت چکھا سکتی ہے کیوں کہ کھچا کھچ بھری بس میں کھڑا اور پھنسا مسافر اس وقت خود کو بے حد بدنصیب شمار کرسکتا ہے کہ جب اسے یکبارگی خارش محسوس ہو اور اس کے لیے کھل کھیلنا ممکن نہ ہو اور بالیقین اس موقع پہ اسے بس سے باہر نظر آتا ہر وہ شخص بے حد خوش نصیب لگے گا کہ جو حسب منشا اپنے ہر جسمانی مقام پہ بآسانی اور بافراط کھجا سکتا ہو۔

یونہی کہتے ہیں کہ مرد کی آنکھ اور عورت کی زبان کا دم دیر سے نکلتا ہے... لیکن اس میں کیا شک ہے کہ سو جانے کے بعد دونوں ہی ایک ہی طرح کے بےضرر و بے جان ہو جاتے ہیں کیوں کہ نہ آنکھ چلتی ہے اور نہ ہی زبان۔ جو شے چلتی ہے وہ ہے سانس یا خارش کے لیے چلتے ہاتھ۔ یوں یہ مان لینے میں کوئی حرج نہیں کہ بعد از تنفس خارش بھی زندگی کا اک بڑا ثبوت ہے کیوں کہ مردے خارش نہیں کرتے۔

جمالیاتی سطح پہ دیکھیے تو خارش 'فنون لطیفہ' کا ناگزیر جزو ہے جس میں جمائی، انگڑائی، ناک سکنا اور چھینک بھی شامل ہیں اور اس کا توسیعی مرحلہ خراٹے ہیں، لیکن آپ جب کسی کو خارش کرتا دیکھیں تو عین وہی سکون اس کے چہرے پہ براجمان پائیں گے جو کہ فنون لطیفہ کے کسی تخلیق کار کے چہرے پہ تخلیقی عمل کے دوران دیکھا جاسکتا ہے اور ہلکی ہلکی خارش کے لیے ہولے ہولے انگلیاں چلانے کا عمل تو ستار کے انگ چھیڑنے جیسا نشاط انگیز ہے۔

خارش کسی قاعدے ضابطے، ٹائم لائن اور پیمائش سے مبرا ہوتی ہے کبھی بھی ہوسکتی ہے اور کتنی بھی ہوسکتی ہے اور کسی مقام پہ بھی ہوسکتی ہے البتہ جو مقام جس قدر پرائیویٹ ہے اسے پبلک کی توجہ میں لانے میں اسی قدر زیادہ احتیاط برتی ہے۔

وقتی طور پہ ہی سہی لیکن یہ خارش ہی ہے جو توجہ کو اداسی و بےزاری سے ہٹا سکتی ہے.. کوئی مایوس و ناراض فرد جس کے رویے سے کبھی ایسا لگنے لگتا ہے کہ اب اس کی کسی چیز میں دل چسپی نہیں رہی، تب ذرا دیر بعد ہی اسے اچانک کسی قریبی دروازے کے پلے یا چوکھٹ کی طرف لپکتا دیکھا جاسکتا ہے جہاں وہ اپنی پیٹھ اس سے لگا کے کچھ دیر دائیں بائیں اور اوپر نیچے پیہم ہلتا جلتا پایا جائے گا اور پھر کچھ ہی دیر میں دفعتاً وہ بہت ہشاش بشاش سا دکھنے لگے گا اور دنیا میں اس کا پھر سے دل لگتا محسوس ہونے لگے گا۔ محض خارش کر پانے کی نعمت کے بل پہ یہ اتنا بڑا بدلاؤ صرف خارش ہی سے ممکن ہے۔

پورے وثوق سے عرض ہے کہ دنیا خواہ کتنی بھی ترقی کرلے، برصغیر میں جسم کھجانے کا تسلی بخش آلہ ہمیشہ کنگھا اور دروازہ ہی رہے گا۔

دنیا میں خارش کہیں کہیں کھجلی بھی کہلاتی ہے مگر یہ اسے مزید ذلیل کرنے کی ایک لسانی کوشش ہوا کرتی ہے اور اسی لیے اسے نچلے طبقے کے کھاتے میں ڈالا جاتا ہے جب کہ خارش مڈل کلاس کے حصے میں آئی ہے۔ اس سے اوپر کے طبقے میں اسی علت کو اسکن الرجی کا غلاف اڑھایا جاتا ہے۔ خارش بالعموم 3 قسم کی ہوتی ہے ضرورتاً، عادتاً یا مصلحتاً۔ ضرورت کے طور پہ خارش کرنے والے عموماً "بروقت" اور بڑھ بڑھ کے یہ کام طوعاً و کرہاً کرتے ہیں... بعد میں ان میں سے چند اس کے رسیا بن جاتے ہیں اور بعد از آں عادتاً خارش کرتے رہتے ہیں اور پھر دیوانہ وار کرتے ہی رہتے ہیں۔ البتہ مصلحت والی خارش بالعموم دفتری اور ازدواجی میکنزم کا حصہ ہے جو دراصل خفیہ پیغام یا کوڈ ورڈ لیے ہوتی ہے، پہلے میں نجات اور دوسرے میں قرب کا اشارہ مستور اور مروج ہے۔

دیکھا یہ گیا ہے کہ خارش کی سائنسی توجیہ اور تاریخ جاننے میں کسی کی ذرا دل چسپی نہیں، محض کھجانے میں ہے۔ عام طور پہ بس یہی جانتے ہیں کہ کسی خارش زدہ کو محض لمحہ بھر وارفتگی سے کھجاتے دیکھتے ہی سے یہ یکایک محسوس ہونے لگتی ہے۔ انسانی جسم میں زرخیز ترین خارش کا مقام سر ہے کہ جس کا الزام صرف جوؤں کے سر جاتا ہے حالاں کہ بڑی ذمے داری انھیں پالنے پوسنے والے کی ہے جب کہ شدید تر خارش وہ ہے جس سے دیوانہ وار کھجانے والے کے مقام خارش پہ اور دیکھنے والے کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔ تاہم ایک قسم کی خارش اور بھی ہے جو کہ شدید ترین کے درجے میں آتی ہے اور یہ دراصل کسی اچھے بھلے کام پہ پوری شدت سے اکسانے کا عمل ہے۔ یقین کیجیے میں نے خارش پہ یہ اچھا یا برا مضمون اسی خارش سے مغلوب ہوکے ہی تو لکھا ہے۔

محفل فکروفن و مشاعرہ نقش ہائے عدیم ہاشمی

رپورٹ: فرحت شیر خان۔ شکاگو

گزشتہ دنوں اردو انسٹیٹیوٹ شکاگو کے زیر اہتمام محفل فکروفن و مشاعرہ نقش ہائے عدیم ہاشمی کے عنوان سے ایک نشست کا اہتمام کیا گیا جس کے مہمان خصوصی لاہور سے آئے ہوئے ممتاز شاعر شعیب بن عزیز اور مہمان اعزازی رضیہ فصیح احمد تھیں۔ نشست تین سیشنز پر مشتمل تھی۔ پہلے سیشن میں مرحوم عدیم ہاشمی کے حالات زندگی اور ان کی شعر و شاعری پر گفتگو کی گئی۔ دوسرے سیشن میں اردو انسٹیٹیوٹ کے روح و رواں امین حیدر کی میزبانی میں محفل فکروفن منعقد کی گئی جب کہ نشست کے تیسرے سیشن میں مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ تقریب کے آغاز میں محترمہ ملیحہ غوث نے شرکا کا خیر مقدم عدیم ہاشمی کے اس شعر کے ساتھ کیا" وہ کہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چارسو، میں اسے محسوس کرسکتا تھا چھو سکتا نہ تھا۔" ملیحہ غوث نے کہا جس کا جنون عشق اس کی پہچان بنا اس کا نام عدیم ہاشمی تھا۔ کسے معلوم تھا کہ وہ اپنے فن میں انتہا کو پہنچے گا اور خاک نشینی کے لیے شکاگو کا انتخاب کرے گا۔ عدیم ہاشمی اب ہم میں موجود نہیں مگر شکاگو کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ یہاں آسودہ خاک ہوئے ہیں۔ عدیم ہاشمی کہا کرتے تھے" ماہ اچھا ہے بہت ہی نہ یہ سال اچھا ہے، پھر بھی ہر ایک سے کہتا ہوں کہ حال اچھا ہے۔" ان کے بعد اردو انسٹیٹیوٹ کے جنرل سیکریٹری اور ممتاز شاعر ڈاکٹر لطیف سیف نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اردو انسٹیٹیوٹ غیر میں اردو کی ایک شمع روشن کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس کی ضوفشانی سے نہ صرف وہ لوگ محظوظ ہوں جن کا اوڑھنا بچھونا امریکا ہجرت کرنے سے قبل اردو تھی اور جنھیں یہاں شدت سے اپنی دھرتی کی کمی محسوس ہوتی ہے بلکہ ان بچوں کے لیے بھی جو یہاں پرورش پا رہے ہیں اور اپنی تہذیب سے جڑے رہنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

تقریب میں عدیم ہاشمی مرحوم کی بھانجیاں باجی اعجاز نسرین اور شاہین خالد بھی موجود تھیں اس موقع پر نظر خفی، نظر نقوی، شاہین خالد اور باجی اعجاز نسرین نے عدیم ہاشمی کے متعلق اپنے خیالات پیش کیے۔ اس دوران ایک اہم انکشاف یہ بھی ہوا کہ شکاگو کے نوجوان شاعر خاور حسین اور عدیم ہاشمی مرحوم کے قریبی دوست محبوب ظفر کو یہ جستجو ہوئی کہ عدیم ہاشمی کہاں مدفون ہیں اور انہوں نے تھوڑی جدوجہد کے بعد اس بات کا سراغ لگایا کہ عدیم ہاشمی شکاگو میں ہی کہیں مدفون ہیں اور بعد از آں وہ ان کی قبر کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوگئے۔

نشست کے دوسرے سیشن میں اردو انسٹیٹیوٹ کے روح و رواں امین حیدر نے محفل فکروفن کے زیر اہتمام شعیب بن عزیز، رضیہ فصیح اور ناہید سلطان مرزا سے سوالات کا دل چسپ سیشن منعقد کیا۔ شعیب بن عزیز نے بتایا کہ حسن رضوی کے انتقال پر انہوں نے یہ شعر کہا تھا" کوئی روکے کہیں دست اجل کو، ہمارے لوگ مرتے جارہے ہیں۔" ناہید سلطان مرزا نے اردو انسٹیٹیوٹ اور امین حیدر کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا کہ وہ امریکا میں مقیم اردو بولنے والوں کے لیے وقتاً فوقتاً ادبی نشستیں اور مشاعروں کا انعقاد کرتے رہتے ہیں۔ مہمان اعزازی رضیہ فصیح احمد نے اپنی کتابوں کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اب لوگوں میں کتاب پڑھنے کا شوق ختم ہوتا جارہا ہے۔ دوسرے سیشن کے اختتام پر پرتکلف چائے کا اہتمام کیا گیا تھا جس کے بعد مشاعرے کا باقاعدہ آغاز کیا گیا، جس کی میزبانی کے فرائض شکاگو کے نوجوان شاعر خاور حسین نے ادا کیے اور سب سے پہلے اپنے شعر سنا کر سامعین سے داد سمیٹی۔ انہوں نے اپنے اشعار سنائے:

روشنی جس کے تعاقب میں چلا تھا کوئی
سوچتا ہوں وہ گماں تھا یا خدا تھا کوئی
ایسا وعدہ کہ محبت جسے کہتے رہے ہم
یاد پڑتا ہے کہ پیمان وفا تھا کوئی
میں نے جب جب تری تصویر کو دیکھا، دیکھا
حُسن اتنا تھا کہ ہر بار نیا تھا کوئی

مشاعرے میں کلام سنانے والے شعراء کے اشعار پیش ہیں:

قمبر نقوی

بھانی پڑتی ہے پتھر سے دوستی مجھ کو
مرا نصیب کہ شیشے کے گھر میں رہتا ہوں

طاہرہ ردا

ردا اس نارسائی میں توازن ہو نہیں پاتا
یہاں رہتے ہیں اور سانسیں سمندر پار لیتے ہیں

بلال اعظم

عرصہ ایک خواب کے پردے میں چھپا لگتا ہے
وقت درویش کے حجرے کا دیا لگتا ہے
یہ زمانہ تو نہیں میرے لیے رب سحر
اس زمانے میں تو ہر شخص خدا لگتا ہے

محبوب علی خان

کنارے بیٹھنا اچھا نہیں ہے
سمندر ہے میاں دریا نہیں ہے
سلیقہ ہی نہیں ہے مانگنے کا
نہیں ایسا کہ وہ سنتا نہیں ہے

نظر نقوی

کس کو مے کتنی ملی، کس نے تقاضا نہ کیا
واقف ظرف ہیں پیمانہ نہیں رکھتے ہیں
ہر حسین چہرے پہ رکھتے ہیں عقیدت کی نظر
ہم پجاری تو ہیں بت خانہ نہیں رکھتے ہیں

ڈاکٹر لطیف

اپنی ہستی غبار میں نہ رہے
کوئی خود کے حصار میں نہ رہے
اختیاری کی شرط ہے اتنی
آدمی اختیار میں نہ رہے

راشد نور

خال و خط پہ مسکرا جاتی ہے روز
عمر آئینہ دکھا جاتی ہے روز
وہ نہیں پر اس کے قدموں کی مہک
پھول رستوں میں کھلا جاتی ہے روز
رہی نہ کوئی بھی جب دل میں آس رکھنے کو
تو خود کو چھوڑ دیا ہے اداس رکھنے کو

جب مہمان خصوصی شعیب بن عزیز کو اسٹیج پہ بلایا گیا تو حال پُرجوش تالیوں سے گونج اٹھا۔ انہوں نے حاضرین کو اپنے اشعار سے نوازا:

خواہش ہے مری طرح مرے ہم وطنوں کی
سوئے بھی رہیں خواب کی تعبیر بھی مل جائے
ایسا ہو کہ بس اپنی دعاؤں کی بدولت
آزاد فلسطین ہو، کشمیر بھی مل جائے
یہ کس بستی میں لے آیا ہے رستہ
درختوں کا جہاں سایہ نہیں ہے
ہوا ڈر ڈر کے چلتی ہے یہاں پر
یہاں دریا ہے جو بہتا نہیں ہے

تقریب کے اختتام پر مہمان اعزازی رضیہ فصیح صاحبہ نے اپنا کلام سنایا:

یہ ہجرتوں کے مسافر ہیں خواب دیکھتے ہیں
کہ پھر وہ چھوڑی ہوئی بستیاں بسائیں گے
کہاں پہ ڈھونڈیے اب گم شدہ خزانوں کو
اجاڑ شہر میں اب خاک بھی نہ پائیں گے
اندھیرے شہر میں رہتے ہیں اور یہ دعویٰ ہے
کہ اک اشارے سے سورج نکال لائیں گے

اس کے ساتھ ہی محفل اختتام پر پہنچی۔ مشاعرے میں ممتاز شعرا ڈاکٹر منیر الزماں منیر، عبدالرحمٰن سلیم، ناہید سلطان مرزا، یاسمین مظفر اور غلام سیدین نے بھی اپنا کلام پیش کیا۔ اردو انسٹیٹیوٹ کے امین حیدر نے تقریب کے اختتام پر تمام شرکا کا شکریہ ادا کیا۔

ٹرین ٹو کوئٹہ

ایک مسافر کی داستان

ڈاکٹر محمد عظیم شاہ بخاری

رات کے تقریباً ساڑھے تین بجے ہوں گے، جعفر ایکسپریس بلوچستان میں داخل ہو چکی تھی۔ یہ بھی بولان کا کوئی ویرانہ تھا جہاں اچانک ٹرین نے بریک لگائی۔ آخری سے پہلے ڈبے کے ٹھنڈے کمپارٹمنٹ میں سوتے ہوئے مجھے لگا کہ کوئی اسٹیشن ہوگا۔

اچانک کہیں سے مختلف آوازوں کا شور بلند ہوا جو آہستہ آہستہ قریب آتا محسوس ہوا۔ یہ تو بلوچستان کا خطرناک علاقہ ہے، یہ سوچ کر میں اٹھ بیٹھا۔ ہمت کی اور دروازے سے سر باہر نکالا، کیا دیکھتا ہوں کہ بندوقیں لٹکائے اور چہروں کو ڈھکے کچھ آدمی ٹرین کے قریب بڑھ رہے ہیں جن کے ہاتھ میں مشعلیں ہیں۔

یہ دیکھ کر میرا خون خشک ہوگیا اور علیحدگی پسندوں کے حوالے سے اپنے تمام تر وہم مجھے سچ ہوتے نظر آئے۔

یوں تو سوموار کو اسپتال میں بہت مصروفیت ہوتی ہے لیکن انوار بھائی نے میسج ہی ایسا کیا تھا کہ وقت نکال کر کال کرنا لازمی ٹھہرا۔

حافظ آباد کے علاقے کے چاول جیسا انوار بھی، مجھے تکیہ تارڑ سے ملا تھا اور ہماری دوستی ابھی نئی نئی تھی۔ تکیہ تارڑ لاہور میں ماڈل ٹاؤن پارک کا وہ خوب صورت گوشہ ہے جہاں مشہور سیاح اور ادیب، مستنصر حسین تارڑ صاحب روز صبح واک کے بعد محفل سجاتے ہیں۔ یہاں ان کے دوستوں سمیت ملک بھر سے بھانت بھانت کے لوگ ان سے ملنے آتے ہیں۔ پہاڑوں کے دیوانوں اور صحراؤں کے جوگیوں کی محفلیں جمتی ہیں اور ہم جیسے کم علم اپنی جھولیاں بھر کے اٹھتے ہیں۔

انوار بھائی آج کل لاہور کے اسلامیہ کالج سول لائنز میں انگریزی کے لیکچرار ہیں اور میرے سفر کے جنون سے خوب واقف ہیں۔

بیس مئی کو نہ جانے کیا سوچ کے انہوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ شاہ جی، کوئٹہ چلیں؟؟؟ کوئی عقل و شعور والا شریف بندہ ہوتا تو ہیٹ ویو کی وجہ سے فوراً منع کر دیتا لیکن الحمدللہ، ایسا دماغ رکھتے ہی نہیں جو سفر کی آفر پر دوبارہ سوچے۔

یہ بھی مت سمجھیے گا کہ ہم دنیا جہان کے ویلے ہیں، اتفاقاً کچھ دن پہلے ہی ضلع بھر میں چوبیس مئی کی چھٹی کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اللہ نواب صادق محمد خان عباسی پنجم، سابق والیٔ ریاست بہاولپور کے درجات بلند کرے جن کے یوم وفات پر یہ اضافی سرکاری چھٹی رحیم یار خان سمیت پورے بہاول پور ڈویژن میں بھی کی جا رہی تھی۔

سو جمعہ اور اتوار کی دو چھٹیوں کے ساتھ ہفتہ اور سوموار کی چھٹی کی عرضی ڈالی اور انوار بھائی کو کنفرم کر دیا کہ مابدولت آپ کے ہمراہ بلوچستان کی قدم بوسی کو تیار ہیں۔ موصوف تو شاید نفلوں کے بھوکے بیٹھے تھے، جھٹ سے آنے جانے کے ٹکٹ بک کروالیے اور مجھے مطلع کیا۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے بلوچستان میں اپنے دوستوں کو فون گھمانے شروع کر دیے۔

چمن جانے کی شدید خواہش بھی نہ جانے کب سے دل میں دبی تھی جو کوئٹہ کا سن کر باہر آ گئی اور ہم نے ایک دن کوئٹہ سے چمن ٹرین پر جانے کا پلان بنانا شروع کر دیا۔ لیکن نصیب میں زیارت کی زیارت لکھی جا چکی تھی۔

چوبیس مئی بروز جمعرات ایک چالیس پہ جعفر ایکسپریس خانپور رکی تو آنکھوں میں نئی منزلوں کا خمار لیے دو مسافر اپنے ڈبے میں جا بیٹھے۔ اندھیرے میں اپنی سیٹ ڈھونڈی اور باقی مسافروں کو تنگ نہ کرتے ہوئے برتھ بچھا کے سو گئے۔ اوپر سوئے انوار بھائی کو تو فوراً نیند آ گئی تھی لیکن میں اوباڑو پہنچنے تک جاگ کے سویا۔

رات کے تقریباً ساڑھے تین ہوں گے، جعفر ایکسپریس بلوچستان میں داخل ہو چکی تھی۔ یہ بھی بولان کا کوئی ویرانہ تھا جہاں اچانک ٹرین نے بریک لگائی۔

آخری سے پہلے ڈبے کے ٹھنڈے کمپارٹمنٹ میں سوتے ہوئے مجھے لگا کہ کوئی اسٹیشن ہوگا۔ اچانک کہیں سے مختلف آوازوں کا شور بلند ہوا جو آہستہ آہستہ قریب آتا محسوس ہوا۔ یہ تو بلوچستان کا خطرناک علاقہ ہے، یہ سوچ کر میری سٹی گم ہو گئی اور میں اٹھ بیٹھا۔ ہمت کی اور دروازے سے سر باہر نکالا، کیا دیکھتا ہوں کہ بندوقیں لٹکائے اور چہروں کو ڈھکے کچھ آدمی ٹرین کے قریب بڑھ رہے ہیں جن کے ہاتھ میں مشعلیں ہیں۔

یہ دیکھ کر میرا خون خشک ہو گیا اور علیحدگی پسندوں کے حوالے سے اپنے تمام تر وہم مجھے سچ ہوتے نظر آئے.....

یہ نقاب پوش جتھا بھاگ کے ٹرین کے قریب آیا، اس سے پہلے کہ یہ مجھ پہ حملہ کرتے میری آنکھ کھل گئی اور سفر کا یہ پہلا خواب ٹوٹ گیا۔

اے سی کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ سب سو رہے تھے۔ بس اس بھیانک خواب کے بعد پھر پورے سفر میں مجھے نیند نہ آئی۔ کہتے ہیں خواب میں آپ وہی کچھ دیکھتے ہیں جو پس پردہ آپ کے ذہن یا خیالات میں چل رہا ہوتا ہے۔ مجھے بلوچستان سے کبھی ڈر نہیں لگا اور ہمیشہ محبت ہی ملی لیکن انوار بھائی کے کچھ خدشات میرے بھی ذہن کے کسی خانے میں بیٹھ گئے تھے۔ اگلے دن صدقہ دینے کا سوچ کر خود کو مطمئن کر لیا۔

صبح چھ بجے کے قریب جعفر ایکسپریس روہڑی جنکشن پر رکی تو مجھے چائے کی طلب نیچے اتار لائی۔ یوں تو میں اسٹیشن کے کھانوں سے بالکل پرہیز کرتا ہوں (اور خصوصاً سخت گرمی میں کوئی بھی باسی کھانا یا گندا پانی آپ کی صحت کو شدید نقصان پہنچا سکتا ہے) لیکن چائے مجبوری تھی۔ ایک سٹال سے گرما گرم چائے کا کپ پکڑا اور پورے اسٹیشن کا چکر لگایا۔ فوٹوگرافی کے ساتھ ساتھ کچھ قلیوں سے گپ شپ بھی ہو گئی۔ یہاں روہڑی سے دادو جانے والی ایک پسنجر ٹرین میں "کراچی سرکلر ریلوے" کا ایک ڈبا لگا نظر آیا۔

اس کا بھی ایک شاندار ماضی رہا ہے۔

کراچی واسیوں کی سہولت کے لیے پاکستان ریلوے نے 1969 میں کراچی سرکلر ریلوے کی بنیاد رکھی جو ڈرگ روڈ ریلوے اسٹیشن سے شروع ہو کر لیاقت آباد سے ہوتی ہوئی کراچی سٹی ریلوے اسٹیشن پر ختم ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ پاکستان ریلویز کی مرکزی ریلوے لائن پر بھی سٹی سے لانڈھی اور ملیر چھاؤنی کے درمیان لوکل ٹرینیں چلتی تھیں۔ یہ ریلوے کراچی کے لوگوں میں بے حد مقبول ہوئی اور اس نے خوب منافع کمایا۔

ستر اور اسی کی دہائی اس کے عروج کا زمانہ تھا جب روزانہ کم و بیش 104 ٹرینیں چلائی جاتی تھیں، جن میں 80 مرکزی لائن جب کہ 24 لوپ لائن ایک ریلوے برانچ لائن (ایسی لائن جو مرکزی ریلوے لائن سے نکلتی ہے اور تھوڑے فاصلے کے بعد اس میں دوبارہ شامل ہو جاتی ہے) پر چلتی تھیں۔ لیکن ٹرانسپورٹ مافیا کی سازشوں نے اس کا بھٹہ بٹھا دیا۔

نوے کی دہائی میں کراچی سرکلر ریلوے کی تباہی کا آغاز ہوا۔ ٹرینوں کی آمد و رفت میں تاخیر کی وجہ سے لوگوں نے کراچی سرکلر ریلوے سے سفر کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ 1999ء میں کراچی سرکلر ریلوے کو مکمل طور پر بند کر دیا گیا، اور اس کا ڈبہ مجھے آج روہڑی میں نظر آ گیا۔

ٹرین روہڑی سے چلی تو مجھے دو خوبصورت مقامات کا انتظار تھا جنہیں دیکھنے میں ٹرین کے دروازے میں آ ٹھہرا۔ سب سے پہلا روہڑی جنکشن سے کچھ آگے کا وہ مقام جہاں سے کراچی اور کوئٹہ جانے والی لائنیں جدا ہوتی ہیں۔ میرے بچپن کی یادوں میں یہ مقام کہیں محفوظ تھا۔ دوسرا سکھر کے ایوب پل کو پار کرتی ٹرین سے

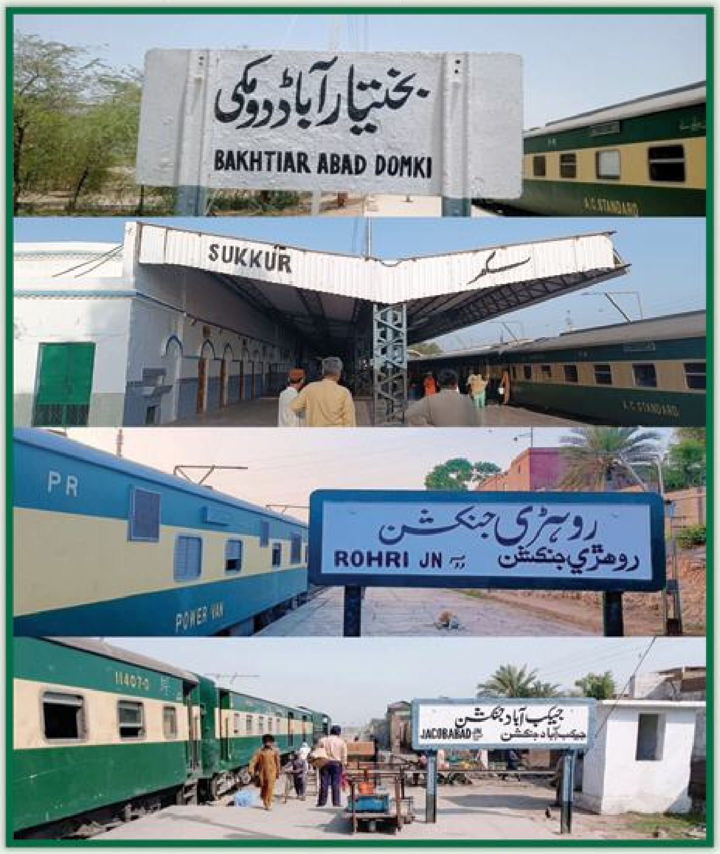

سندھو دریا اور ستین جو آستان کا نظارہ، جو ایک لاجواب منظر ہے۔

سکھر، سندھ میں میرا پسندیدہ ترین شہر ہے اور میرے کچھ قریبی دوستوں کا آبائی وطن بھی۔ یہ شہر تاریخی، ثقافتی، سیاحتی و معاشی ہر لحاظ سے بہترین کہلایا جاسکتا ہے۔ ایک سیاح کے لیے اس شہر میں بہت کچھ ہے جیسے سات سہیلیوں کا مزار (ستین جو آستان)، سادھو بیلا مندر، معصوم شاہ مینارہ، گھنٹہ گھر، لائیڈ بیراج میوزیم، لینس ڈاؤن پل، ایوب پل، لب مہران، ہندو تاجروں کے پرانے گھر، اروڑ کے کھنڈرات، پرانا شہر، مندر اور پارکس۔ یہ شہر آپ کو بور نہیں ہونے دے گا بشرطیکہ ٹھنڈے موسم میں جائیں۔ سکھر پر میرا تفصیلی مضمون آپ ایکسپریس کے گزشتہ شماروں میں پڑھ سکتے ہیں۔

سکھر کو الوداع کرتے ہی میں اپنی سیٹ پہ آ بیٹھا۔ ساتھی عوام اب آہستہ آہستہ جاگ رہی تھی۔ تب تک میں محمود کھوسہ کو میسج کر چکا تھا، جو ڈیرہ اللہ یار میں ہمارے لیے ناشتے کا انتظام کرنے میں مصروف تھا۔ آٹھ بجے ہم دونوں پاکستان کے گرم ترین شہروں میں سے ایک، جیکب آباد اترے تو چلچلاتی دھوپ نے استقبال کیا جیسے دوپہر کے دو بج رہے ہوں۔

یہاں ٹرین نے پانی بھرنے اور سامان اتارنے میں کچھ وقت لگایا۔ یہاں ایک اور بات بتاتا چلوں کہ پاکستان ریلوے کی ٹریکنگ ایپ میں جعفر ایکسپریس کا روٹ صرف جیکب آباد تک دکھایا گیا ہے، آگے بلوچستان کے اسٹیشنوں کا کوئی نشان نہیں۔ یہ شاید وقت کی ضرورت بھی ہے اور حالات کا تقاضا بھی۔ گذشتہ کچھ سالوں میں بلوچستان میں ٹرینوں پر ہونے والے حملوں کے پیش نظر یہ ایک اچھا فیصلہ ہے تاکہ کوئی ٹرین کی لوکیشن کو ٹریس نہ کر سکے۔

بلوچستان میں ریل کی پٹڑی

تاریخ: کہا جاتا ہے کہ انگریزوں نے ہم پر سو سال حکومت کی، اس عرصے میں تین نسلیں پروان چڑھ جاتی ہیں۔ جہاں انگریز نے یہاں کی عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے وہیں وہ اس خطے کو بہت کچھ دے کر بھی گیا۔ بلوچستان میں کہیں بھی ریل کا سفر کر کے دیکھ لیں آپ خود سمجھ جائیں گے کہ یہاں ریلوے ٹریک بچھانا کتنا مشکل ہے اور یہ کام گورے 1887 میں مکمل کر گئے۔ اس راستے پر مختلف پہاڑوں کو کاٹنا، ٹنل بنانا، بغیر پانی کے بیابانوں میں کام کرنا ایک جان جوکھوں کا کام ہے جس میں یقیناً آدھی سے زیادہ محنت ہندوستانی مزدوروں کی بھی ہے جو قابل تحسین ہے۔

انگریز سرکار نے موجودہ بلوچستان کے علاقوں میں جتنے بھی ریلوے ٹریک بچھائے وہ سب اسٹریٹجک نوعیت کے تھے۔ یہ لائنیں خالصتاً فوجی مقاصد کے لیے بنائی گئی تھیں جو آج عوام الناس کو بھی فائدہ پہنچا رہی ہیں۔

کوئٹہ چمن لائن سمیت ٹرانس بلوچستان، کوئٹہ زاہدان ریلوے بھی ایک اسٹریٹجک فوجی روٹ کے حصے کے طور پر تعمیر کیا گیا تھا۔ 1857 میں ولیم اینڈریو (چیئرمین سندھ، پنجاب اور دہلی ریلوے) ایک وفد کے ساتھ برطانوی وزیراعظم لارڈ پامرسٹن سے ملا اور بولان پاس سے ایک ریلوے لائن تعمیر کرنے کا خیال پیش کیا۔ لیکن تب اس پر زیادہ توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس وقت دفاعی نقطہ نظر زیر غور نہ تھا۔

اٹھارھویں صدی کے اختتامی دور کی بات ہے جب دوراندیش برطانیہ سرکار کو برفانی ریچھ روس سے خطرہ محسوس ہوا کہ وہ گرم پانیوں کی تلاش میں افغانستان کے راستے ہندوستان پر حملہ کر سکتا ہے۔ یوں اس کی حکمرانی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ ہندوستان پر قابض برطانوی حکومت نے افغانستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہتر کرنے اور وہاں اناج و سامان رسد پہنچانے کا بندوبست شروع کر دیا۔

اب بلوچستان جیسے علاقے میں افغان سرحد پر سامان کی ترسیل کوئی خالہ جی کا گھر تھوڑی تھا کہ سوچا اور ہو گیا۔ اس کے لیے سب سے اہم ذریعہ ریل تھی، سو انگریز سرکار نے افغانستان کے شہر قندھار تک ریلوے لائن بچھانے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔

اس مقصد کے لیے دو راستے تجویز کیے گئے تھے، ایک درہ بولان کے ذریعے کوئٹہ تک اور دوسرا سبی اور ہرنائی سے کوئٹہ۔ 1876 میں کیے گئے فزیبلٹی سروے کے بعد کوئٹہ و چمن کو درہ بولان کے راستے تسخیر کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

1879 میں وائسرائے ہند کی منظوری کے بعد زمین کی خرید شروع کی گئی۔ اس وقت بلوچستان ایک علیحدہ صوبہ نہیں تھا بلکہ یہاں مختلف ریاستیں ہوا کرتی تھیں۔

بیشتر ٹریک ریاست قلات سے گزرتا تھا سو خان آف قلات سے ایک اقرار نامہ لکھوایا گیا۔ چوں کہ 14 مئی 1854 کو مستونگ میں ہونے والے ایک معاہدے کے تحت انگلشیہ سرکار نے خان آف قلات کو ایک آزاد حکمراں کے طور پر تسلیم کر لیا تھا نیز قلات کی ریاست کے جنوب سے لس بیلہ اور بحیرۂ عرب تک بھی خان آف قلات کی اتھارٹی تسلیم کی گئی تھی سو یہ کام آسانی سے ہو گیا۔

خان قلات سے ٹریک بچھانے سمیت اسٹیشنوں کے لیے اراضی حاصل ہو چکی تو لارڈ لٹن کے حکم پر سر رچرڈ ٹیمپل نے اس علاقے کا دورہ کیا اور 1879ء میں رُک تا سبی لائن بچھانے کا کام شروع کرنے کا حکم دیا۔

جیکب آباد سے سبی کی طرف کئی مزدوروں کی محنت سے 134 میل لمبی ریلوے لائن بچھائی گئی اور جنوری 1880ء کو اہلیانِ سبی نے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے اسٹیم انجن کو بھاپ اڑاتے سبی میں داخل ہوتے دیکھا۔

سبی سے ریلوے لائن پہلے تیس کلومیٹر مغرب میں واقع رِندلی (ڈھاڈر) اور پھر مشکاف جاتی تھی لیکن نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ راستہ ختم کر کے سبی سے سیدھا مشکاف تک ریلوے لائن بچھائی گئی۔ مشکاف سے آگے چوں کہ بولان کا پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا ہے جہاں راستہ نکالنا مشکل تھا۔ قابل انجینئر زکی زیرِ نگرانی ان پہاڑوں میں کم و بیش انیس سرنگیں بنائی گئیں اور ریلوے ٹریک کو گزارا گیا۔ بولان سمیت دیگر دریاؤں اور ندیوں پر پُل تعمیر کیے گئے اور سخت موسمی حالات کے بعد یہ لائن 1887ء میں کوئٹہ پہنچ گئی۔

جب درہ بولان سے گزرنے والے ٹریک کو 1889 کا سیلاب بہا کر لے گیا تو کچھ عرصے بعد ایک اور ٹریک زیادہ اونچائی پر بنایا گیا لیکن وہ بھی پانی کے آگے ٹک نہ سکا۔ موجودہ دور کا ٹریک بولان میں ریلوے لائن بچھانے کی تیسری کوشش تھی جو بالآخر کامیاب ہوئی اور یہ ٹریک ابھی تک پاکستان ریلویز کے زیرِ استعمال ہے۔ جتنی مشکل سے یہ ٹریک بچھایا گیا ہے اتنی ہی مشکل اس کی مرمت بھی ہے۔ اس ٹریک کے ساتھ کہیں کہیں آپ کو پرانے ٹریکس کی ترک شدہ سرنگیں اور ریل بیڈ بھی اب بھی نظر آجاتے ہیں۔

درہ بولان کی بات کریں تو یہ اپنے آپ میں ایک عجوبہ ہے۔

ریل کے ذریعے لگ بھگ 63 میل لمبا یہ درہ برصغیر کے اہم ترین راستوں میں سے ہے جہاں سے کئی افواج و قافلوں کا گزر ہوتا رہا ہے۔ اس کے شرقی کونے پر ڈھاڈر ہے جو انتہائی گرم علاقہ ہے (جس کا درجہ حرارت 51 سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے) جب کہ دوسرے کونے پر کولپور جیسا ٹھنڈا شہر واقع ہے، جہاں سردیوں میں یخ بستہ ہوائیں چلتی ہیں۔ سردیوں میں اپنے مال مویشیوں سمیت بہت سے گلہ بان اسی درے سے گزر کر کچھی کے میدانوں میں پہنچتے ہیں۔

بلوچستان سے گزرنے والا یہ ٹریک کچھی کے زرخیز میدانوں، سبی کے بیابانوں، بولان کے دروں اور پہاڑی سرنگوں سمیت کولپور و مچھ میں کوئلے کی کانوں کے قریب سے گزرتا ہے جہاں خوب صورت پُل، ندی نالے، پہاڑ، سرنگیں، وادیاں اور درے کیا ہی پرلطف و دلکش نظارہ پیش کرتے ہیں۔

آئیے، ہم ایک کے بعد دوسرے اسٹیشن پر چلتے ہیں اور ان کی تاریخ کھنگالتے ہیں۔

ڈیرہ اللہ یار: جیکب آباد اسٹیشن پر جیسے ہی ریل کی سیٹی بجی میرا جوش و خروش بڑھ گیا۔ اگلا اسٹیشن ڈیرہ اللہ یار تھا جہاں میں محمود بھائی کو لگ بھگ ڈیڑھ سال بعد مل رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے ڈیرہ اللہ یار آیا اور ہمیں یار کا دیدار نصیب ہوا۔

جیکب آباد کے پاس واقع بلوچستان کا چھوٹا سا ضلع جعفرآباد، جعفرآباد سمیت ڈیرہ اللہ یار (جھٹ پٹ) کی تحصیل پر مشتمل ہے۔ ضلع کا نام تحریک آزادی کے سپاہی اور قائداعظم کے ساتھی "سردار جعفر خان جمالی" کے نام پر رکھا گیا ہے۔ صدر مقام ڈیرہ اللہ یار کو پہلے جھٹ پٹ کہا جاتا تھا لیکن مقامی سردار "میر اللہ یار کھوسہ" کی وفات کے بعد اسے ان کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

میرا دوست محمود کھوسہ اپنے قبیلے کی آنکھ کا تارا ہے۔ یوں تو اس شخص سے دوستی سوشل میڈیا پر ہوئی تھی لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ یاری میں بدل گئی۔ بلوچستان میں سیلاب آیا تو میں نے محمود بھائی اور ان کے دوستوں کے ساتھ مل کر اس علاقے کا دورہ کیا اور جھل مگسی میں ایک میڈیکل کیمپ لگایا۔ ساتھ ہی دریائے مولا کے کنارے حسین نظاروں کا لطف بھی اٹھایا۔

بس تب سے محمود کھوسہ سے ایک اپنائیت والا تعلق بن گیا اور آج موصوف اسٹیشن پر ہمارے لیے ناشتہ لیے منتظر تھے۔ ٹرین رکی اور ہم بغل گیر ہوئے۔ چوں کہ یہ بلوچستان کا پہلا اسٹیشن تھا سو یہاں ٹرین کی چیکنگ کی گئی اور ایف سی کے جوان اپنے آلات سمیت ٹرین میں سوار ہوئے جنہوں نے ٹرین کو بحفاظت کوئٹہ پہنچانا تھا۔ ایک حساس علاقے میں ٹرین کی حفاظت کے لیے یہ بہترین قدم تھا۔

ڈیرہ اللہ یار سے ٹرین چلی تو ہم دوسرے ڈبے میں جا بیٹھے جو قدرے خالی تھا۔ انڈا، پراٹھا اور لسی کا ناشتہ کرتے ہوئے محمود بھائی کو دعائیں دیں۔ ناشتے کے بعد ہم دونوں اپنے ڈبے میں پہنچے اور ساتھیوں سے گفتگو شروع کی۔

چمن کے چھوٹے: ہم دونوں کے علاوہ کمپارٹمنٹ میں چمن سے تعلق رکھنے والے چار پٹھان لڑکے تھے جن کی عمریں لگ بھگ چودہ سے سولہ سال تک تھیں۔ چاروں آپس میں بھائی تھے اور بہاولپور کے صادق پبلک سکول میں پڑھتے تھے۔ یہ چھٹیوں میں گھر واپس اپنے والد کے پاس جا رہے تھے۔

مجھے ان سے بات کر کے اور ان کے خیالات جان کے شدید خوشی ہوئی۔

سب سے پہلے تو یہ بات اپنے آپ میں ایک انوکھی اور زبردست تھی کہ چمن میں ڈرائی فروٹ کا کاروبار کرنے والا ایک پٹھان، تعلیم سے اتنی محبت رکھتا ہے کہ اپنے چاروں بیٹے دوسرے صوبے میں پڑھنے بھیج دیے، وہ بھی صادق پبلک جیسے ایک تاریخی اور بہترین تعلیمی ادارے میں۔ بلوچستان میں تعلیم و شعور کی یہ آگاہی میں نے آگے بھی جگہ جگہ محسوس کی۔

ایک نوجوان اگرچہ تعلیمی نظام سے کچھ نالاں تھا لیکن پھر بھی باپ کا خواب پورا کرنا چاہتا تھا۔ چھوٹے والا عزت اللہ، جو گول مٹول اور معصوم سا تھا، اسے انگریزی بولنے اور سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس کی فرمائش پر میں نے تقریباً پون گھنٹہ اس سے انگریزی میں دل چسپ گفتگو کی جس میں پاکستان کی سیاحت، تعلیمی نظام، امریکی جنگیں، افغانستان کی صورت حال، میرے بلوچستان کے سفر اور کوئٹہ سے میری محبت جیسے موضوعات شامل تھے۔ وہ انگریزی میں سوال کر کے بڑا محظوظ ہو رہا تھا اور میرا وقت بھی اچھا گزر رہا تھا۔ ٹرین کچھی کے زرخیز میدانوں سے گزر رہی تھی اور میری نظریں باہر گزرتے مناظر پر تھیں۔

ڈیرہ مراد جمالی: ڈیرہ اللہ یار کے بعد ٹرین ضلع نصیرآباد کے شہر ڈیرہ مراد جمالی جا رکتی ہے۔ نصیرآباد کا پرانا نام "ٹمپل ڈیرہ" تھا جو 1891 میں سبی کے پولیٹیکل ایجنٹ کیپٹن ایچ ایم ٹمپل کے نام پر رکھا گیا تھا۔ ناموں کے حوالے سے بلوچستان کے کچھ اضلاع میں بہت کنفیوژن ہے جیسے ضلع جعفرآباد کا صدر مقام ڈیرہ اللہ یار ہے تو ضلع جھل مگسی کا گنداواہ، ضلع جاگی کا والبندین اور ضلع کچھی کا ڈھاڈر۔ یہاں باقی صوبوں کی طرح تمام اضلاع کے نام صدر مقام پر نہیں رکھے گئے۔

ڈویژنل صدر مقام ہونے کے باوجود ڈیرہ مراد جمالی شہر کی حالت قابل افسوس ہے۔ یہ شہر کیا یہ پورا ڈویژن ہی انتہائی پس ماندہ ہے۔ تعلیم و صحت کے مسائل کے ساتھ ساتھ انفراسٹرکچر بھی تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ حالاں کہ نصیرآباد ڈویژن کے علاقے بلوچستان کے سب سے زرخیز علاقے شمار کیے جاتے ہیں، لیکن ان کے منتخب نمائندے بالکل بھی عوام دوست نہیں لگتے۔

یہاں سے ٹرین کچھ چھوٹے اور متروک شدہ اسٹیشنوں کو کراس کرتی ہے جو کسی بیوہ کی مانگ کی طرح اجڑے نظر آتے ہیں۔

ان میں نتال، بختیارآباد ڈومکی، ڈمبولی، مٹھڑی، ڈنگرہ اور وزیرانی ریلوے اسٹیشن شامل ہیں۔

اس ویرانے سے گزر کے ایک بجے ٹرین نے سبی جنکشن پہ بریک لگائی۔

(جاری ہے)

سنڈے ایکسپریس

ہالی وڈ کا کامیاب ترین کامیڈین... ایڈم سینڈلر

37 برس سے لاکھوں شائقین کو ہنسانے والے اداکار کو فوربز نے 2023ء کا سب سے زیادہ کمائی کرنے والا ہالی وڈ سٹار قرار دیا ہے

رانا نسیم

عصر حاضر میں انسانی ترقی نے بلاشبہ زندگی کو سہل بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے لیکن دوسری جانب معاشرتی و معاشی ناہمواریوں اور روز بروز شیطان کی آنت کی طرح بڑھتی خواہشات کی تکمیل نے انسان کو ذہنی تناؤ، اعصابی کھچاؤ، تھکاوٹ کے احساس اور ڈپریشن جیسے عوارض میں مبتلا کر دیا ہے، یوں اگر انسان کے پاس ماضی کے مقابلے میں اتنی زیادہ سہولیات نہیں تھیں تو دوسری طرف ڈپریشن بھی اتنا زیادہ نہیں تھا، تو ایسے حالات میں ڈاکٹروں کے چکر اور روٹی کی جگہ پر دوائیاں پھانکنے سے معیار زندگی میں بہتری کے بجائے ابتری آتی جا رہی ہے۔ لہٰذا دوائیوں کے بجائے ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں ایسی خوشگوار تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے، جن کے باعث ہمیں ذہنی دباؤ سے نجات حاصل ہو تو اس کا ایک بہترین طریقہ مسکرانا اور خوش رہنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسکرانا اور خوش رہنا بہت سے امراض کا علاج ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ معدہ، امراض قلب و دماغ، نفسیاتی عوارض، اعصابی دباؤ و تناؤ، افسردگی، مایوسی، گھبراہٹ، بے چینی، پریشانی، موڈ یعنی مزاج کی خرابی جیسی تمام مشکلات کا موثر حل ہنسنے میں ہے۔ جو شخص خود خوش رہتا ہے، ہنستا ہے، دوسروں کو ہنساتا ہے وہ صرف اپنی ذات پر ہی نہیں پورے معاشرہ پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا حلقہ احباب وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک معروف مقولہ ہے کہ Laugh and The World Will Laugh With You, Weep and You Weep Alone (یعنی اگر تم ہنسو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہنسے گی اور اگر روؤ گے تو اکیلے روؤ گے، یا اسے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ خوشیاں سانجھی اور غم اپنے)۔ کہتے ہیں رونا اور دوسروں کو رلانا تو آسان ہے لیکن دوسروں کو ہنسانا بہت بڑا فن ہے، اور جس شخص کو اس فن پر عبور حاصل ہو تو وہ کسی بھی معاشرے کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہنسنا اور ہنسانا باقاعدہ طور پر ایک پیشے کی حیثیت بھی اختیار کر گیا، جس میں کئی اداکاروں نے ید طولیٰ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی صرف چند ایک کے حصے میں آئی، کیوں کہ یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے مادی فوائد سے کہیں بڑھ کر اس شعبہ کے لئے اپنی خدمات پیش کیں، ان لوگوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ اس مقصد کے حصول پر صرف کر دیا۔ لہٰذا آج ایسے اداکاروں کو ہر محفل و نشست میں امتیازی حاصل ہے۔ ہالی وڈ کی بات کی جائے تو یہاں پر بھی مزاحیہ اداکاروں کی ایک طویل فہرست موجود ہے لیکن اس بھیڑ سے نکل کر کندن بننے والے چند ایک ہی نام ہیں، جن میں ایک ایڈم سینڈلر ہیں، ہالی وڈ کے معروف مزاحیہ اداکار نے اس صنف میں نئے رجحانات متعارف کروانے کے ساتھ اس کو ایک نئی جہت بخشی۔ معروف عالمی جرائد نے انہیں بھی دنیا کے بااثر ترین افراد تو کبھی سب سے زیادہ کمائی کرنے والے معروف اداکاروں کی فہرست میں شامل کیا۔ حال ہی یعنی مارچ 2024ء میں عالمی جریدے فوربز نے ایڈم سینڈلر کو 2023ء کے لئے ہالی وڈ کا سب سے زیادہ کمائی (73 ملین ڈالر) کرنے والا اداکار قرار دیا ہے۔ ان کے مزاحیہ البمز نے اس صنف میں کامیابیوں کے نئے ریکارڈ قائم کئے۔

معروف امریکی اداکار و کامیڈین ایڈم سینڈلر امریکا کی ریاست نیویارک کی کاؤنٹی بروکلن میں 9 ستمبر 1966ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد سٹینلے سینڈلر ایک الیکٹریشن جبکہ والدہ جوڈت ایک سکول ٹیچر تھیں۔ ان کے بھائی اسکارٹی جبکہ ایک بہن ویلرس اور دوسری ڈینٹیسٹ ہیں۔ اداکار کے آباؤاجداد روس سے ہجرت کر کے امریکا میں بسے۔ 6 برس کی عمر میں ایڈم کی فیملی مانچسٹر شفٹ ہو گئی، جہاں انہوں نے مانچسٹر سنٹرل ہائی سکول سے تعلیم کا آغاز کیا۔ اداکار نے 1988ء میں نیویارک یونیورسٹی سے گریجوایٹ کی ڈگری حاصل کی، تاہم اس ڈگری سے قبل ہی یعنی 1987ء میں اداکار نے شوبز کی دنیا میں اپنی انٹری دے دی۔ مذکورہ برس انہوں نے امریکن ٹیلی ویژن کے ایک معروف مزاحیہ پروگرام The Cosby Show سے اپنے فنی کیریئر کی شروعات کی جبکہ فلم میں ان کا ڈیبیو 1989ء میں فلم Going Overboard سے ہوا، یہ ایک مزاحیہ فلم تھی، جس میں ایڈم نے مرکزی کردار ادا کیا۔ 17 برس کی عمر میں اداکار نے اپنے بھائی کی ترغیب کے باعث مختلف کامیڈی کلبز میں کام کا آغاز کر دیا تھا اور یہاں سے ہی امریکا کے معروف کامیڈین ڈینس ملر کی نظر ایڈم پر پڑی، جو انہیں اپنے ساتھ لاس اینجلس لے گئے اور پروڈیوسر لورنے مچلز کو مقبول زمانہ مزاحیہ شو Saturday Night Live میں ان کی شمولیت کی سفارش کی، اس شو میں اداکار کو بے پناہ کامیابی اور شناخت حاصل ہوئی۔ اس دوران وہ مختلف کردار نبھاتے رہے، تاہم 1995ء میں فلم Billy Madison ریلیز ہوئی، جس میں ایڈم کو مرکزی کردار ادا کرنے کا موقع ملا، جو انہوں نے بخوبی نبھایا۔ مذکورہ مزاحیہ فلم ہالی وڈ کی کامیاب ترین فلموں میں شمار کی جاتی ہے، جس پر لاگت 10 ملین ڈالر آئی جبکہ کمائی 27 ملین ڈالر رہی۔ اس فلم کی کامیابی کے بعد ایڈم نے 1996ء میں Happy Gilmore اور 1998ء میں The Wedding Singer کے نام سے ہالی وڈ کو بہترین فلمیں دیں، جن سے نہ صرف پروڈکشن کمپنی نے کمائی کی بلکہ ایڈم بھی امیر ہونے لگے۔ ان فلموں کے بعد ہالی وڈ سٹار نے ترقی کے اس زینے پر قدم رکھ دیا، جہاں ان کے قدم آج تک کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ 2015ء میں اداکار نے نیٹ فلکس کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کیا، نیٹ فلکس کے بینر تلے ان کی پہلی فلم The Ridiculous 6 کے نام سے ریلیز ہوئی۔ اس فلم کی کامیابی کے بارے میں خود نیٹ فلکس نے جو رپورٹ شائع کی، اس کے مطابق 2016ء میں 30 ایام کے دوران سب سے زیادہ دیکھی جانے والی فلموں میں The Ridiculous 6 پہلے نمبر پر رہی۔ یوں ایڈم کی فلم نے نیٹ فلکس کے لئے بھی ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔

سینڈلر نے 2003ء میں جیکولین (جیکی) سینڈلر سے شادی کی اور قدرت نے اس جوڑے کو دو خوبصورت بیٹیوں سے نوازا۔ ان کی بڑی بیٹی سیڈی مئی 2006ء جبکہ دوسری سنی نومبر 2008ء میں پیدا ہوئی۔ اداکار کی بیوی اور بچے اکثر ان کی فلموں میں بھی نظر آتے ہیں۔ یوں شوبز کی دنیا میں عمومی رویوں کے برعکس ایڈم اس اعتبار سے بھی منفرد ہیں کہ انہوں نے جس خاتون کو 18 سال قبل اپنا جیون ساتھی بنایا، وہ آج بھی ان کے ساتھ ہے۔ اداکار سماجی اعتبار سے بھی ایک انسانیت دوست فرد کا تاثر رکھتے ہیں، جس کا ثبوت سماجی سرگرمیوں میں ان کا دل کھول کر عطیات دینا ہے۔ ●

فنی کیریئر کا طویل سفر اور خدمات کا اعتراف

ہالی وڈ کی تاریخ کے معروف مزاحیہ اداکاروں کی فہرست میں نمایاں حیثیت رکھنے والے ایڈم سینڈلر نے باقاعدہ طور پر اپنے فنی کیریئر کا آغاز 1987ء میں ایک مزاحیہ پروگرام The Cosby Show سے کیا، اگرچہ یہ پروگرام 1984ء سے آن ایئر تھا، تاہم ایڈم کی اس میں انٹری 1987ء میں ہوئی، جس کے بعد انہیں اسی برس معروف امریکی گیم شو Remote Control میں کام کا موقع ملا، جو انہوں نے بخوبی نبھایا اور یہ سفر پورے تین سال یعنی 1990ء تک چلتا رہا۔ اداکار نے 1987ء سے لے کر 2020ء تک ABC Afterschool Special، Saturday Night Live، Undeclared، Adam Sandler: 100%، Fresh اور The Princess Bride: Home Movie جیسے 18 ٹیلی ویژن پروگرامز یا ڈراموں میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ سینڈلر نے فلمی سفر کی شروعات 1989ء میں ریلیز ہونے والی مزاحیہ فلم Going Overboard سے کی، جسے شائقین کی پسندیدگی کی سند عطا کی تو ان کا حوصلہ بڑھا اور پھر یہ سفر آج تک کامیابی سے جاری ہے۔ انہوں نے Billy Madison، panglish، You Don't Mess With the Zohan، Funny People، You Are So Not Invited to My Bat Mitzvah، Happy Gilmore، The Meyerowitz Stories (New and Selected)، Hustle، Uncut Gems، The Wedding Singer اور Punch-Drunk Love جیسی معروف زمانہ 70 سے زائد فلموں میں کام کر کے شائقین کو چہروں پر مسکراہٹیں بکھیرنے کا اہتمام کیا، ان کے علاوہ وہ 4 ڈاکیومنٹریز میں بھی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

ہالی وڈ سٹار نے اپنی اداکاری کے ذریعے کروڑوں شائقین کے دلوں کو لبھایا تو اس صنعت نے بھی وقتاً فوقتاً ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ فلم انڈسٹری کے تمام ایوارڈز بشمول گولڈن گلوبز، گریمی، پرائم ایمی، گلڈ، ایم ٹی وی، ہالی وڈ فلم، کڈز چوائس، پیپلز چوائس کا انہیں حق دار ٹھہرایا گیا۔ 2011ء میں انہیں ہالی وڈ واک آف فیم میں شامل کر کے منفرد اعزاز سے نوازا گیا۔ 2011ء میں انہیں ہالی وڈ واک آف فیم میں بھی شامل کیا گیا۔

تبصرہ نگار: رضوان طاہر مبین

امام الہند سے ''گفتگو''

'مولانا ابوالکلام آزاد سے انٹرویو' ڈاکٹر قمر فاروق کی اپنی نوعیت کی ایک نہایت منفرد تصنیف ہے کہ جس میں 1958ء میں انتقال کر جانے والے امام الہند ابوالکلام آزاد کے ایک 'انٹرویو' کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ دراصل ان کے حوالے سے مختلف معلومات اور مختلف امور پر ان کے نقطہ نظر کا اظہار ہے۔ اس کتاب میں کل 113 سوالات اور ان کے جواب ہیں، جو ایک سطر سے ایک پیراگراف اور کچھ کئی صفحات تک بھی دراز ہیں۔ ان 'جوابات' کے لیے جن کتب اور دستاویزات سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں 'الہلال' اخبار، ترجمان القرآن (دیباچہ)، آزادی ہند، خطوط ابوالکلام آزاد (مالک رام)، غبار خاطر، خطبات آزاد، ذکر آزاد (عبدالرزاق ملیح آبادی)، ابوالکلام آزاد کے ادبی شہ پارے، ابوالکلام آزاد (شورش کاشمیری)، ابوالکلام آزاد شخصیت و سیاست، نقش آزاد اور 'ہماری آزادی' شامل ہیں۔ تقریباً ہر جواب کے آخر میں متعلقہ کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے 'سوالات' میں تفسیر قرآن مجید، 'الہلال' کے مقاصد، ہندو مسلم اتحاد، دو قومی نظریہ، پاکستان کی مخالفت، تحریک خلافت، کانگریس، شملہ کانفرنس، مسلمانوں کی سیاسی حالت، اپنی سیاسی غلطی، بچپن، خاندان، لڑکپن، مسلک و عقائد، موسیقی سے شغف، ذاتی پسند و ناپسند وغیرہ تک کے موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایک جگہوں پر سوال کے بجائے صرف 'سرخی' درج کر کے بھی بات کی گئی ہے، جن میں شب قدر، روزے اور رمضان المبارک وغیرہ سے لے کر اکبر الہ آبادی، اسمٰعیل میرٹھی، محمد حسین آزاد، علامہ شبلی نعمانی، عبدالماجد دریا آبادی، حسرت موہانی، ظفر علی خان، چوہدری خلیق الزماں، خان عبدالقیوم خان اور محمد علی جناح اور لیاقت علی خان سے متعلق آرا شامل ہیں۔ اس کے کتاب کے مؤلف ڈاکٹر قمر فاروق کی اس سے قبل تیرہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ کتاب ابوالکلام آزاد پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے، جس میں ان کی زندگی، نظریات، تجربات و مشاہدات سے لے کر حالات و واقعات تک کا ایک خلاصہ ملتا ہے۔ زربفت پبلی کیشنز (0301-6360741, 03034060515) لاہور سے شائع ہوئی ہے، قیمت ایک ہزار روپے ہے۔

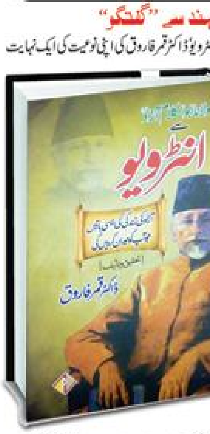

'امی جی' گنگا جمنی تہذیب کی باتیں

کہتے ہیں کہ پورا ہندوستان اُجڑا تو کراچی شہر بسا...! یعنی بٹوارے کے ہنگام میں ہندوستان بھر سے مختلف علاقوں کے لوگوں نے ہجرت کر کے اس نگر کو اپنا بنایا اور آگے بڑھایا... یہی وجہ ہے کہ شہر قائد کی تہذیبی رنگا رنگی میں اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ یہاں کی سماجیات اور نشیب و فراز کو محفوظ کیا جائے۔ اسی حوالے سے شاہ ولی اللہ کی نئی کتاب 'شکستہ تہذیب... ناظم آباد اور نارتھ ناظم آباد' ایک دل چسپ اضافہ ہے۔ ازراہ تفنن یار لوگ کراچی کے 'دارالحکومت' علاقے کی بات کرتے ہیں، تو رائے عامہ 'ناظم آباد' کے واسطے اچھی خاصی متفق دکھائی دیتی ہے اور اگر اسی سے منسلک کر لیجیے تو نارتھ ناظم آباد تھوڑے سے فرق کے ساتھ اسی 'تہذیب' کی ایک توسیعی صورت ہے، اور اب اس کی وسیع تر صورت 'نیا ناظم آباد' کے نام سے بھی آباد ہونا شروع ہو چکی ہے۔ ناظم آباد کی کہانی 1950ء کی دہائی سے شروع ہوتی ہے، سو یہی اس کتاب کے ابتدائی اوراق بھی ہیں، جس میں یہاں کی تاریخ، شخصیات اور واقعات کے حوالے سے ایک منفرد اور اہم تصنیف ہے، جس میں ناظم آباد کا محل وقوع، زبان و تہذیب، سماجی و ادبی تقریبات، نئی آبادیاں، راشننگ سسٹم، سڑکوں کے نام، تھانے، صحت، صفائی، ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے ادارے، یہاں کی سیاسی گہما گہمی، تعلیمی ادارے، لائبریریاں، سنیما، منشیات کی لعنت اور شہر کے لسانی فسادات سے نیا ناظم آباد تک کا احوال موجود ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کی عبادت گاہیں، مذہبی و قومی تہوار، یہاں رہائش پذیر شعرا، صحافی، محققین، معروف کھلاڑی، فن کار اور نام ور شخصیات، پھیری والوں قلعی گر اور ریستوران وغیرہ کا بیان بھی شامل ہے۔ اس منفرد کتاب میں بہت سے سیاسی واقعات کا بیان غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق تو شہر کی مجموعی سیاسی صورت حال سے تھا، نہ کہ خاص ناظم آباد سے، لیکن صاحب کتاب نے اسے بھی شامل کیا۔ یہی نہیں اس بیان میں کئی ایک جگہوں پر مکمل حقائق کی تشنگی بھی محسوس کی گئی۔ اس کتاب میں بہت سی بلیک اینڈ وائٹ تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں، ان کی طباعت بہتر ہو سکتی تھی۔ کتاب کے حوالے سے ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی اور ممتاز محقق خواجہ رضی حیدر نے بھی اظہار خیال کیا ہے۔ شاہ محمد حمزہ ریسرچ اینڈ پبلی کیشن سینٹر کراچی سے شائع شدہ 270 صفحات کی اس مجلد کتاب کے آخر میں ماخذ کا اہتمام بھی موجود ہے۔ کتاب ویلکم بک پورٹ (021-32633151, 32639581) پر دست یاب ہے۔ قیمت 1000 روپے ہے۔

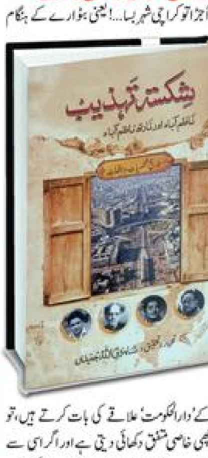

''ابا نامہ''

اس تصنیف کو ہم نشاط یاسمین صاحبہ کی کتاب 'اماں نامہ' کا ایک تسلسل قرار دے سکتے ہیں، جو کہ ان کی طنز و مزاح پر مبنی پہلی کتاب تھی۔ 33 صفحات پر محیط پانچ مضامین پر اظہار خیالات کے بعد اس کتاب کے 21 مضامین پر مشتمل مندرجات کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ کتاب کے حوالے سے ڈاکٹر انعام الحق جاوید، محمد عثمان جامعی، پروفیسر سلیم اختر اور دیگر کی آرا بھی شامل کی گئی ہیں۔ کتاب میں انتساب کے بعد ایک 'اعتذار' بھی شامل ہے کہ اس کتاب میں شامل واقعات و کردار وغیرہ سب فرضی ہیں، کسی کی بھی ان سے مماثلت محض اتفاقی ہوگی۔ جب ہم کتاب کی ورق گردانی کرتے ہیں تو اس 'عذر' رتانے سے اتفاق ہوتی جاتا ہے، کیوں کہ کتاب گھومتی تو ہماری سماجی صورت حال کے گرد ہی ہے تو اس سے بات کا بہت امکان ہے کہ آپ کو بھی وہ کردار یا واقعات اپنے ہی سامنے کے یا اپنے تجربے کے سے محسوس ہوں۔ سماجیات کے پھیرے لیتی ہوئی اس کتاب کے کردار بھی گھر بھر اور میل جول والوں ہی میں سفر کرتے ہیں۔ اور کہیں کہیں سیاسی حوالے بھی در آتے ہیں، لیکن مصنفہ اسے اپنے تئیں قطعی 'غیر سیاسی' قرار دیتی ہیں۔ اکثر مواد مکالموں سے آراستہ ہے، سیاسی اور حالات حاضرہ کا تڑکا بھی گاہے بگاہے ملتا ہے، کہیں اخباری کالموں جیسا احساس بھی بخوبی دست یاب ہے۔ یہ کتاب گلشن ہاؤس (042-36307550-51) لاہور سے شائع ہوئی، 160 صفحات اور قیمت 700 روپے۔

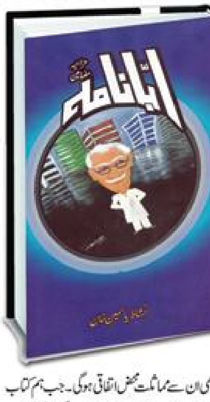

'کتابِ زندگی' کے 'باب آخر' کے لیے

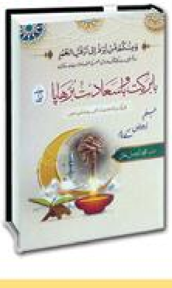

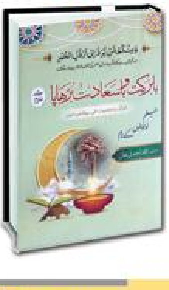

زندگی کیا... زندگی کیسے اور زندگی کس لیے...؟ یہ کچھ ایسے سوالات ہیں کہ کوئی بھی شخص چاہے کسی بھی اعتقادات کا مالک ہو، وہ ضرور چاہتا ہے کہ اس کی راہ درست ہو، اور وہ ایک بار ملنے والی اس زندگی کو اچھے اور بھرپور طریقے سے گزار سکے۔ شاید 'قبل مسیح' کے زمانے ہی سے مختلف فلسفی اس موضوع پر اپنے اپنے طریقے سے اظہار خیال کرتے آئے ہیں۔ مختلف مذاہب بھی زندگی گزارنے کے طور طریقوں کی جانب بہت توجہ دیتے ہیں۔ اس حوالے سے بچپن کو تعلیم و تربیت کے حوالے سے اہم قرار دیا جاتا ہے، اور اسی عمر میں انسان کو نئی نئی چیزوں کی جانب رغبت اور تجسس بڑھتا جاتا ہے۔ نتیجتاً اوائل عمری میں یہ شوق اور ولولہ عروج پر ہوتا ہے، جو کہ بچپن کے ختم ہونے کے بعد بھی کافی دیر جاری رہتا ہے۔ بچپن کے بعد انسان کی تعلیم و تربیت مکمل ہونے لگتی ہے اور عملی زندگی شروع ہوتی ہے۔ یہ عمر جوانی کہلاتی ہے اور زندگی میں کچھ بھی کرنے کے لیے یہ وقت اہم ترین ہوتا ہے اور جس نے بھی وقت کو پیسہ قرار دیا ہے، تو یقیناً یہ ساری 'کمائی' جوانی ہی کی رہین منت ہے۔ اس حوالے سے دو جلدوں پر مشتمل یہ کتاب 'بابرکت و باسعادت بڑھاپا' از محمد اجمل خان ایک اہم دستاویز ہے، جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں زندگی گزارنے کے مقاصد اور اسباق نہایت سادہ اور جامع انداز میں پہنچائے گئے ہیں۔ اس کتاب کا مخاطب نوجوان نسل ہے، جس میں اسے جوانی کے بے لگام گھوڑے کو قابو میں رکھنے اور ضابطوں کا پابند رکھنے کی جانب توجہ دلائی گئی ہے، تاکہ جب یہ جوانی ختم ہو اور انسان کی زندگی پر ضعف کے آثار ہوں، یعنی بڑھاپا آئے تو اس کے ماضی میں پچھتاوے نہ ہوں۔ مسلم نوجوانوں سے مخاطب اس کتاب کے مندرجات دیکھیے، تو اس میں زندگی کے عام سبق اور نصیحتیں بہت وافر ملتی ہیں، جو شاید عمر کی کسی بھی قید سے آزاد ہیں۔ اس کتاب کے مشمولات میں ایمان اور ارکان ایمان، توحید، عقائد کی درستی، حدود الٰہی کی حفاظت، دل کی پاکیزگی، علم کی تڑپ، توبہ کرنے والوں کے آنسو، بیماری و شفا، علاج، صبر، عبادت، مکافات عمل، خوراک کا خیال، جسم سے کام لینے میں اعتدال، دماغی صحت، ورزش، اچھی نیند، قرض سے بچنا، وقت کی قدر و قیمت، وقت کی تنظیم، زندگی میں برکت، حسن سلوک، مخلوق کے حقوق، عمر اور رزق میں برکت، لمبی عمر اور بہترین عمل، اولاد اور رشتہ داروں کی اہمیت، غیر مسلم بزرگوں کی خبر گیری، 'اولڈ ایج ہوم' کے متبادل سماجی حل، والدین کی نافرمانی کی سزا، والدین کے دوستوں کے حقوق، ضعیفوں اور کمزوروں کی وجہ سے رزق، دوستی اور دشمنی کا معیار اور دوستی کی اہمیت، بڑھاپے کی علامت، سفید بال، حجت اور عذر ختم کرنے والی عمر، معمر افراد کا عالمی دن، بڑھاپے کی تیاری، بابرکت بڑھاپا، وصیت کرنا، صدقہ جاریہ اور ہلاک کر دینے والے گناہ، چغل خوری، سود خوری، استغفار اور دعا، توبہ اور ذکر الٰہی وغیرہ جیسے دیگر بہت سے چھوٹے چھوٹے موضوعات اور نصیحتیں شامل ہیں۔ دو جلدوں پر مشتمل کتاب کے کل صفحات 600 کے قریب ہیں، قیمت درج نہیں، تاہم حصول کتاب کے لیے رابطے کے لیے 0336-3780896 دیا گیا ہے۔

پہلو دار افسانے

'ماں ری' نشاط یاسمین خان کے افسانوں کا مجموعہ ہے، جو 'سانجھ پبلی کیشنز' (0333-4051741) سے شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کے افسانے سماجی موضوعات اور مسائل کے اردگرد گھومتے ہیں، جن کی خاص بات یہ ہے کہ یہ افسانے کسی 'ناول' کی طرح چھوٹے 'ابواب' میں بٹے ہوئے ہیں، جس سے یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ کوئی نیا افسانہ ہے، لیکن جب پڑھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ یہ پچھلے افسانے ہی کا تسلسل ہے۔ یہ امر مناظر اور متکلم کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ افسانے کے پہلو دار ہونے کا بھی پتا دیتا ہے، جسے یقینی طور پر ایک اہم محاسن کے طور پر شمار کیا جانا چاہیے۔ کتاب میں شامل 16 افسانوں میں سے تیسرے افسانے 'ماں ری' ہی کو اس کتاب کا عنوان کیا گیا ہے۔ کتاب کے حوالے سے اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر رؤف پاریکھ خلاف توقع عمدہ قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی درست اردو لکھنے پر اظہار مسرت بھی کرتے ہیں۔ کتاب کی ضخامت 240 صفحات تک دراز ہے، مہنگائی کے دور میں جب کتابوں کے کاغذ اور طباعت کا معیار بہت زیادہ آزمائش سے دوچار دکھائی دیتا ہے، ایسے میں اس کتاب کے اجلے صفحات اور چمکتی طباعت قاری کی بصارت کو ایک خوش گوار احساس دلاتی ہے، 239 صفحات اور قیمت 660 روپے ہے۔

'پنجاب ایکسپریس'

اس حوالے سے محمد عثمان جامعی رقم طراز ہیں: ''حارث پنجاب کا مصور ہے، اس پنجاب کا مصور جس کی رگ رگ میں ہریالی پھوٹتی ہے، جس کی اناج اُگلتی دھرتی اپنے سینے میں کتنے ہی راز سموئے ہوئے ہے، جس کے چپے چپے پر تاریخ نقش ہے، کہیں عکس بن کر کہیں زخم کی صورت۔ حارث 'کولمبس' اور 'واسکوڈی گاما' نہیں جو استحصالی طبقات کی دولت بڑھانے کے لیے انجانی زمینوں کو ڈھونڈنے اور انھیں برباد کرنے نکلا ہو، وہ تو اپنی ہی سرزمین کو دریافت کرنے نکلتا ہے اور وہاں سے یادوں کے خزانے لاکر خلقت پر لٹا دیتا ہے۔''

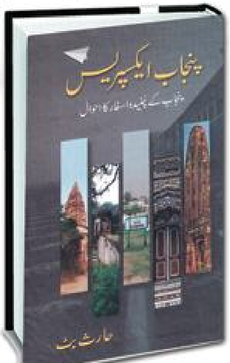

یہ ذکر ہے 'پنجاب ایکسپریس' کا جو حارث بٹ کے صوبہ پنجاب کے مختلف علاقوں کے سفر کا احوال ہے، جو گذشتہ کچھ عرصے کے دوران 'سنڈے ایکسپریس' کی زینت بنتے رہے۔ اس کتاب میں کل 17 'اسفار' شامل ہیں، جن میں سیال کوٹ، وادی سون، بھیرہ، چنیوٹ، پورن سنگھ، ایم آباد، چولستان، منڈی بہاؤالدین وغیرہ شامل ہیں۔ ان سفرناموں میں ہمیں کسی روزنامچے کا سا انداز بھی ملتا ہے اور مکالموں کا طرز بھی... اور گاہے گاہے ان علاقوں کی تاریخ اور روایات کی پیش کش کا بھی اہتمام ہے۔ مختلف علاقوں کے پس منظر کے ساتھ سفرنامہ نگار کے احساسات اور مشاہدات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ اشاعت 'دار المصحف' (0335-1620824) نے کی ہے، جب کہ تقسیم کار 'دربان کتابیں' (0300-0700313) ہے، 275 صفحات، قیمت 980 روپے رکھی گئی ہے۔

پُرتجسس کہانیاں

'سودائے جنوں' حنا خراسانی رضوی کی سات جاسوسی کہانیوں پر مشتمل کتاب ہے، جس میں پہلی کہانی کی سرخی کو کتاب کا عنوان کیا گیا ہے۔ مصنفہ کا خاندان دوسری جنگ عظیم میں ایران سے ہندوستان آیا، پھر کلکتے اور ڈھاکے میں رہنے کے بعد کراچی میں رہا، اور اب مصنفہ سوئیڈن میں اقامت پذیر ہیں۔ اور یہ مختلف سرزمینوں کا تنوع ان کی قلم کاری میں بھی در آتا ہے۔ کتاب کے پس ورق پر ڈاکٹر فاطمہ حسن لکھتی ہیں کہ ''مصنفہ نے اپنے 'پی ایچ ڈی' کے مقالے کے لیے ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا تھا جو ان کی سنجیدگی کو اتنا گہرا کر سکتا تھا کہ تخلیقی رنگ مدھم پڑ جاتا۔ مجھے خوشی ہے کہ انھوں نے صرف توازن ہی نہیں برقرار رکھا، بلکہ اپنے اظہار کے لیے کہانیوں میں ایسا انداز اختیار کیا ہے، جو ان کی شناخت بنا رہا ہے۔ ان کے 'پی ایچ ڈی' کا موضوع 'مذاہب عالم میں روحانیت کا تصور' ہے۔ انھوں نے روحانیت کے تصور سے افسانہ نگاری کی تخیلاتی فضا میں جا کر ایسی کہانیاں تخلیق کی ہیں، جن میں جاسوسی کہانیوں جیسا سسپنس ہے، مگر وہ روایتی جاسوسی کہانیوں کے انداز میں بالکل نہیں لکھی گئیں۔'' اوج پبلی کیشنز (hafeezaoj@gmail.com) ملتان سے شائع کردہ کتاب کی قیمت 800 روپے اور صفحات 166۔

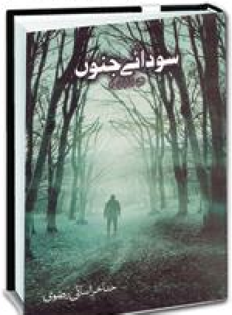

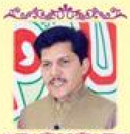

غزل

ہستی ملا کے خاک میں پھر سے نیا بنا
جیسا اُسے پسند ہو، کوزہ گرا، بنا
میں ننگے پاؤں چلنے لگا خارزار پر
آئی صدا تھی غیب سے، چل راستہ بنا
مبہم تمہاری بات سے کچھ اختلاف ہے
بہتر یہی ہے اور کوئی ہم نوا بنا
جی چاہتا ہے روح میں اُس کو اتار لوں
حالات کہہ رہے ہیں ذرا فاصلہ بنا
بدلے ہوئے ہیں رہزنوں نے بھیس آج کل
کچھ دیکھ بھال کر تُو کوئی رہنما بنا
آدم کے بعد قیس کی تھی پیروی ہوئی
اور اس طرح سے پیار کا یہ قافلہ بنا
تجھ کو تمہارے روپ کا پرتو دکھائی دے
ارشدؔ کسی کی آنکھ کو تُو آئنہ بنا
(ارشد محمود ارشد۔سرگودھا)

غزل

اک نیا دشت نئی راہ گزر ہے ہم ہیں
یعنی درپیش نیا ایک سفر ہے ہم ہیں
اور ہے کون جو واقف ہے اصولوں سے یہاں
دھوپ میں جلتا ہوا کوئی شجر ہے ہم ہیں
جانے والے ترے آنے کا یقیں ہے ہم کو
راہ تکتی ہوئی بیتاب نظر ہے ہم ہیں
روح میں ایک الاؤ سا ہے روشن کب سے
رات کے سائے میں پنہاں جو سحر ہے ہم ہیں
دوستو، راہبرو، میرے عزیزو! سن لو
جن کو خاموشی سے لٹنے کا ہنر ہے ہم ہیں
سلسلہ وار فریبوں کا سفر ہے منعمؔ
خاک ہوتا ہوا رشتوں کا نگر ہے ہم ہیں
(آفتاب غنی منعم۔لاہور)

غزل

اب کبھی لوٹ کے دلدار نہیں آئے گا
من کو مہکائے جو عطار نہیں آئے گا
میں کہ واقف ہوں ہمیشہ سے بڑے شملوں سے
چھوڑ کے اپنی وہ اقدار نہیں آئے گا
زندگی عشق میں داؤ پہ لگا دی جس نے
کھو دیا اس نے جو پندار نہیں آئے گا
دل بڑا خوف زدہ ہے تو نگاہیں سہمی
جب سے عامل نے کہا، یار نہیں آئے گا
آج کل جھوٹی ہی ریحانہؔ لگاتے خبریں
کل سے دہلیز پہ اخبار نہیں آئے گا
(ریحانہ اعجاز۔کراچی)

غزل

جو میسر ہے اُسی شے کی ضرورت کم ہے
حسن والوں کی مرے شہر میں عزت کم ہے
میں نے جو جرم کیا ہے وہ مرے اندر ہے
اور وہ جرم بتانے کی بھی ہمت کم ہے
اُس جگہ بولنا معیوب سا لگتا ہے مجھے
جس جگہ پر بھی مری بات کی وقعت کم ہے
سات لوگوں کی کفالت مرے سر ہے شاقیؔ
کسمپرسی میں مجھے جینے کی اجازت کم ہے
(بلال شاقی۔جڑانوالہ،فیصل آباد)

’’اعتراف‘‘

خوبرو شخص یہ سب تیرے توسط سے ہیں
اتنے خدشات مجھے پہلے نہیں ہوتے تھے
اب تو ڈرتا ہوں کبھی سگرٹوں کی ڈبیا بھی
جیسے سینے کا خلا ہے کہیں خالی نہ ملے
اتنے سفاک سے دن پہلے نہیں ہوتے تھے
پہلے تو شامیں بھی یوں تلخ نہیں ہوتی تھیں
مسکراتا بھی تھا اور زندگی بھی ہنستی تھی
تُو نہیں ہوتا تو بے چین نہیں ہوتا تھا
کوئی دکھ کوئی خلش دل میں نہیں رہتی تھی
آنکھیں بھی رونے کے آداب سے ناواقف تھیں
درد یا پیاس ہو یا راستوں کی گرد کہو
جو ملا تیرے توسط سے ملا ہے مجھ کو!
(احمد قاسم۔عارف والا)

غزل

کہنے کو اپنی زندگی کچھ زندگی نہ تھی
لیکن پھر اپنے ہاتھ میں تو موت بھی نہ تھی
اس کا اک ایک حرف سراپا جمال تھا
وہ تب بھی شاعری تھی کہ جب شاعری نہ تھی
مجھ کو غمِ حیات سے یوں بھی نہ تھا فرار
ہر چیز اختیار میں تھی بے بسی نہ تھی
منزل سے قبل سارے مصائب تھے عارضی
منزل کے بعد کوئی خوشی عارضی نہ تھی
وہ پھول ایسا پھول جو کھلتا تھا روز روز
کیونکہ محبتوں کی فضا موسمی نہ تھی
بعد از وصالِ یار تو شعلہ نما تھا دل!
ویسے یہ آگ پہلے کبھی یوں جلی نہ تھی
وحشت کا وقت کاٹنے پھرتے تھے شہر شہر
لیکن سکوں کے واسطے کوئی گلی نہ تھی
یہ اس کا حکم تھا کہ فقط دیکھنا نہیں
ورنہ ہماری آنکھ میں کیا روشنی نہ تھی
مجھ پر ازل سے فرض تھی پابندیٔ وفا
اس پر وفا کی شرط کوئی واجبی نہ تھی
(شاقی سعیدی۔نواں کوٹ،رحیم یار خان)

غزل

ہائے وہ عشق وہ جذبہ وہ لگاؤ پہلا
اب کہاں عشق کے دریا میں بہاؤ پہلا
جس طرح بچہ کوئی پہلا کھلونا رکھے
میرے معصوم دنوں کا ہے تُو چاؤ پہلا
یاد ہیں آج بھی وہ حیلے بہانے لیکن
بھول پائی نہ تری آنکھ کا داؤ پہلا
اب تو ممکن ہی نہیں لوٹ کے واپس آؤں
لاکھ باتوں میں مجھے پیار جتاؤ پہلا
فیض کا شعر کبھی سن کے جو میں روئی تھی
آج دل میں ہے وہی شعر سناؤ پہلا
تم دیا بن کے جو جلتے ہو ذرا یاد رہے
روشنی دیتا ہے جل جل کے الاؤ پہلا
اب دلِ ناز تری بات نہیں مانے گا
ڈال نہ باتوں سے اس دل پہ دباؤ پہلا
(زریں منور۔امرت نگر،میاں چنوں)

غزل

مالک مرے وجود کو تعمیر کھا گئی
دیمک لگی تھی خواب کو تعبیر کھا گئی
میں دس برس تک اشکوں کے گھیرے بھر میں تھا
منزل کو میری وقت میں تاخیر کھا گئی
چلنے لگوں تو یاد یہ آتا ہے اب مجھے
پاؤں تو میرے ہجر کی زنجیر کھا گئی
اس سلطنتِ جسم پہ دل حکمران تھا
عقل و شعور شاہ کی جاگیر کھا گئی
جتنے بھی مجھ کو یار سے شکوے تھے ہجر کے
اس دلربا کی ایک ہی تصویر کھا گئی
(حسیب علی۔چونڈہ)

غزل

چل رہی ہیں دل کی باتیں زندگی کے ساتھ ساتھ
کام سارے ہو رہے ہیں بے دلی کے ساتھ ساتھ
شاعری، مضموں نگاری اور مقالہ جات بھی
ہو رہی ہیں کاوشیں سب عمدگی کے ساتھ ساتھ
جس کے دم سے زندگی تھی جب سے وہ رخصت ہوا
سانس بھی جاتی رہی آہستگی کے ساتھ ساتھ
میں نے کیونکر ایک ایسے شخص کو چاہا کہ جو
دوستی رکھتا ہے مجھ سے دشمنی کے ساتھ ساتھ
وہ نہیں میرا یہ جس دن آ گیا دل کو یقین
صبر آ جائے گا مجھ کو آگہی کے ساتھ ساتھ
رب ملے گا اس عبادت اور عقیدت سے تمہیں
عاجزی شامل ہو جس میں بندگی کے ساتھ ساتھ
ہو عطا مجھ کو سخن میں ایسا اسلوبِ بیاں
جس میں ہو جدت اروتیؔ سادگی کے ساتھ ساتھ
(عابدہ اروتی۔میرپورخاص،سندھ)

غزل

کسی کی آنکھوں سے آنکھیں ملانا ٹھیک نہیں
کسی کی یاد میں عمریں بتانا ٹھیک نہیں
یہ جان کر بھی کہ نازک مزاج ہے یہ امیر
یوں بات بات پہ دل کو دُکھانا ٹھیک نہیں
مرے علاوہ کسی اور کا ہے حق تم پر
اب اپنا پیار سے ملنا ملانا ٹھیک نہیں
ہر ایک موڑ پہ مطلب پرست ملتے ہیں
ذرا سنبھل کے چلو یہ زمانہ ٹھیک نہیں
یہ مشورہ ہے مرا کل فقیر زادوں کو
امیر زادوں سے دل کا لگانا ٹھیک نہیں
جو بات دل میں ہے وہ صاف صاف کہہ دیجئے
یوں بار بار مجھے آزمانا ٹھیک نہیں
کسی بھی کام میں لگتا نہیں ہے دل میرا
تجھے خبر بھی ہے تیرا دوانہ ٹھیک نہیں
ہمیں پتہ ہے تیرے روز و شب کے بارے میں
یہ تیرا حیلہ یہ تیرا بہانا ٹھیک نہیں
کسی فریبی کے چکر میں پڑ کے اے فیضیؔ
تمام قیمتی لمحے گنوانا ٹھیک نہیں
(محمد فرقان فیضی۔برہم پوری،سرلاہی،نیپال)

غزل

صبحِ بیدار کا خدا حافظ
حق کی دستار کا خدا حافظ

حضرتِ شیخ سے الجھ بیٹھا
مجھ گنہ گار کا خدا حافظ
اُس مسیحا کے ہاتھ میں مرہم
حالتِ زار کا خدا حافظ
ایک میت پلٹ کے لوٹی ہے
کوچۂ یار کا خدا حافظ
اُن کے آنے کی کچھ خبر آئی
دل کی رفتار کا خدا حافظ
اُس نے تحفے میں پھول بھیجے ہیں
میرے اغیار کا خدا حافظ
وہ تو آنکھوں سے ہو گیا اوجھل
میرے اشعار کا خدا حافظ
ہم تو دنیا سے چل دیے طلحہؔ
زیست کے بھار کا خدا حافظ
(طلحہ بن زاہد۔اوکاڑہ)

غزل

شاعرِ نامراد ہوں میں بھی
یعنی بے اعتقاد ہوں میں بھی
دل کے مقتل میں آ کھڑا ہوں میں
اپنے اندر جہاد ہوں میں بھی
میں نے مانا کہ اب وہ تیری ہے
لیکن اس کو تو یاد ہوں میں بھی
مجھ سے مت بحث کیجئے صاحب
اپنے آگے تضاد ہوں میں بھی
لفظ میرے قلم کو چومتے ہیں
شاعری کی نژاد ہوں میں بھی
ایسا لگتا ہے اس زمیں پہ عدیلؔ
ایک گہرا فساد ہوں میں بھی
شاعری کے فنون میں غرقاب
میر و غالب کے بعد ہوں میں بھی
(عدیل رضا غرقاب۔راولپنڈی)

ترتیب و تدوین: عارف عزیز

سنڈے میگزین کے شاعری کے صفحے پر اشاعت کے لیے آپ اپنا کلام، اپنے شہر کے نام اور تصویر کے ساتھ ہمیں درج ذیل پتے پر ارسال کر سکتے ہیں۔ موزوں اور معیاری تخلیقات اس صفحے کی زینت بنیں گی۔

انچارج صفحہ ’’کوچہ سخن‘‘

روزنامہ ایکسپریس، 5 ایکسپریس وے، کورنگی روڈ، کراچی

سوشل میڈیا پاکستان

اگر آپ سوشل میڈیا پاکستان میں ایڈ ہونا اور مندرجہ ذیل مواد حاصل کرنا چاہتے ہیں

۱۔ تمام پاکستانی اخبارات　　۲۔ انٹرنیشنل اخبارات　　۳۔ انٹرنیشنل میگزین اور سنڈے میگزین

۴۔ نوکریوں کے اشتہارات　　۵۔ اخباراتی کالمز اینڈ ٹینڈرز　　۶۔ سکول، کالج اینڈ یونیورسٹیز ایڈمیشن انفارمیشن

۷۔ ویب سیریز فلمیں، ڈرامے　　۸۔ انگلش فلمیں　　۹۔ انڈین ڈرامے، شوز اینڈ فلمیں

۱۰۔ ڈبلیوڈبلیوای ریسلنگ　　۱۱۔ حقیقت ٹی وی ویڈیوز　　۱۲۔ پاکستانی ڈرامے، ٹاک اینڈ گیم شوز

۱۳۔ PDF کتابیں اور ناولز　　۱۴۔ مہندی، ہیئر اینڈ حجاب اسٹائل　　۱۵۔ سلائی، کوکنگ، ہیلتھ اینڈ بیوٹی ٹپس

۱۶۔ کارٹونز اینڈ کارٹونز کہانیاں　　۱۷۔ اسپورٹس ویڈیوز　　۱۸۔ سبق آموز، معلوماتی اور دلچسپ ویڈیوز

۱۹۔ نیوز ہیڈلائنز : صبح 6، صبح 8، صبح 10، دوپہر 12، سہ پہر 3، شام 6، رات 9، اور رات 12 بجے کی ملیں گی۔

۲۰۔ صرف نیوز پیپرز حاصل کرنے والے افراد اسپیشل فیس ادا کر کے نیوز پیپر گروپ جوائن کر سکتے ہیں۔

ابھی گروپ کی فیس 100 روپے ماہانہ ادا کریں اور سوشل میڈیا پاکستان کا حصہ بنیں۔

فیس جمع کروانے کا طریقہ

جاز ای ٹرانزیکشن کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنے جاز کیش اکاؤنٹ سے #10*786* ڈائل کریں

اور اسکے بعد جب آپ سے TILL ID پوچھا جائے تو یہ TILL آئی ڈی 00197661

لکھ کر OK کریں۔ اور پھر گروپ کی فیس لکھ کر OK کریں اور پھر اپنا پن کوڈ لکھ کر OK کریں

اور 8558 سے آنے والا پیغام ایڈمن ظہور احمد کو نیچے دیئے گئے اسکے نمبر پر واٹس ایپ کریں

تاکہ وہ آپکو واٹس ایپ گروپ سوشل میڈیا پاکستان میں ایڈ کر سکے۔

مزید معلومات کیلئے رابطہ نمبرز

محمد ظہور احمد　　محمد خالق حسن　　محمد شریف خان

0320-7336483　　0342-4938217

سوشل میڈیا پاکستان

گروپ کے قوانین

۱۔ گروپ میں نمبر تبدیل کی اجازت نہیں ہے۔ جو بھی نمبر تبدیل کریگا اسی وقت ریموو کر دیا جائے گا۔

۲۔ نمبر تبدیلی کی وجہ سے **ریموو میمبر** کو دوبارہ ایڈ ہونے کیلیئے دوبارہ فیس دینا ہوگی۔

۳۔ غلطی سے لیفٹ کرنے والا **میمبر** کو بھی دوبارہ ایڈ ہونے کیلیئے دوبارہ فیس دینا ہوگی۔

۴۔ کوئی اسپیشل ڈیمانڈ پوری نہیں کی جائے گی۔ ایڈمن پینل جو مواد بتا چکا ہے، وہی مواد گروپ میں ملے گا

۵۔ جن ممبران کو **وائی فائی یا موبائل ڈیٹا** آف رکھنے پر گروپ کی پوسٹنگ نہیں ملتی۔ ایسے ممبران اپنا **وائی فائی یا موبائل ڈیٹا** آن رکھیں تاکہ آپکی پوسٹ مس نہ ہو۔ کیونکہ ایڈمن پینل بتایا گیا تمام مواد روزانہ کی بنیاد پر بھیجتا ہے۔

۶۔ **ایڈمنز** کے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کرنے والا بندہ ہی گروپ میں فیس ادا کرنے کے بعد ایڈ ہوسکتا ہے

۷۔ فیس ادائیگی کے بعد **24** گھنٹے کے اندر آپکو ایڈ کر دیا جائے گا، لہذا ایڈمن کو زیادہ تنگ نہ کریں۔

۸۔ جس تاریخ کو آپ فیس ادا کریں گے۔ اگلے ماہ کی فیس بھی اسی تاریخ کو جمع کروانا ہوگی۔

۹۔ گروپ میں ایڈ ہونے سے پہلے گروپ کے قوانین اور گروپ کے بھیجے جانے والے مواد کی تفصیل لازمی پڑھیں

۱۰۔ گروپس میں بھیجا گیا مواد مختلف انٹرنیٹ ویب سائٹس سے لیا جاتا ہے، اسکے سہی یا غلط ہونے پر واٹس ایپ گروپ سوشل میڈیا پاکستان کوئی ذمہ داری قبول نہیں کریگا۔

نوٹ

۱۔ ایزی لوڈ، موبائل لوڈ بھیجنے والا بندہ گروپ میں ایڈ نہیں کیا جائے گا اور نہ اسکا بھیجا ایزی لوڈ، موبائل لوڈ واپس کیا جائے گا

۲۔ لہذا دھیان سے جب بھی بھیجیں، جازکیش یا ایزی پیسہ پیمنٹ بھیجیں۔ بعد میں اعتراض قبول نہیں کیا جائے گا

۳۔ جس ایڈمن کو فیس ادا کریں، اسی ایڈمن کو واٹس ایپ پر میسج کریں۔ تاکہ وہ آپکی ٹرانزیکشن دیکھ کر آپکو جلدی ایڈ کر سکے۔

۴۔ ایزی پیسہ بھیجنے والے ممبران دکاندار سے TRX ID نمبر لازمی لیں، TRX ID نمبر نہ بتانے کی صورت میں آپکو ایڈ نہیں کیا جائے گا

۵۔ جازکیش بھیجنے والے ممبران دکاندار سے TID نمبر لازمی لیں، TID نمبر نہ بتانے کی صورت میں آپکو ایڈ نہیں کیا جائے گا

۶۔ TRX ID یا TID کو ٹرانزیکشن نمبر کہا جاتا ہے، جس کا آپ کے پاس ہونا لازم ہے۔

۷۔ آپ ایک سے زیادہ ماہ کی فیس اک ساتھ جمع بھی کروا سکتے ہیں، کیونکہ دکاندار 100 روپے سے کم امونٹ نہیں سینڈ کرتے

۸۔ سوشل میڈیا پاکستان نام سے گروپ بنانے والا، سوشل میڈیا پاکستان گروپ کی پوسٹنگ سے اپنا گروپ پیسے لے کر چلانے والا، گروپ کی پوسٹ کاپی کر کے ایڈیٹنگ کر کے اپنے نام سے بھیجنے والا میمبر، کسی پیڈ گروپ کا ایڈمن یا گروپ رولز پر عمل نہ کرنے والا میمبر بھی بغیر کسی وارننگ کے ریموو کیا جائے گا اینڈ اسکی آئی ہوئی فیس بھی واپس نہیں کی جائے گی۔

Whatsapp Group Social Media Pakistan